والدین کا مقام و مرتبہ

قرآن و سنّت اور اولیاء اللہ کے
اقوال و واقعات کی روشنی میں

ترجمہ
بر الوالدین

مؤلفین
امام محمد الطرطوشی رحمہ اللہ تعالیٰ
امام عبد الرحمن ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم
ابو الحسان مولانا خالد محمود صاحب

دار القلم
لاہور - پاکستان

والدین کا مقام و مرتبہ

قرآن و سنّت اور اولیاء اللہ کے اقوال و واقعات کی روشنی میں

ترجمہ:

بِرّ الوالدین

مؤلف

امام محمد الطرطوشی رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم

ابوالحسان مولانا خالد محمود صاحب

لاہور۔ پاکستان
0333-4248644

والدین کا مقام و مرتبہ

قرآن و سنت اور اولیاء اللہ کے
اقوال و واقعات کی روشنی میں

فہرست

مضامین	صفحات

امام طُرطوشی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی

نام ونسب

آپ کا نام محمد بن ولید بن خلف بن سلیمان بن ایوب الفہری الاندلسی الطرطوشیؒ اور کنیت ابوبکر ہے۔ آپ امام وفقیہ، علامہ، قدوۃ، زاہد، شیخ مالکیہ اور عالمِ اسکندریہ ہیں۔

آپ کی کنیت ابن ابی رَندقہ بھی تھی۔ امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کو فقیہ الوقت لکھا ہے: (التفسیر ۲۸۱/۱۹)

آپ کی پیدائش تقریباً ۴۵۱ھ میں ہوئی۔ آپ سَرقسطہ (شہر) میں قاضی ابوالولید کی صحبت بافیض سے وابستہ رہے اوران سے علم الخلاف حاصل کیااور سندِاجازت سے نوازے گئے۔ پھرحج بھی کیااور عراق بھی تشریف لے گئے۔ آپ نے ''سنن ابو داؤد'' کا سماع بصرہ میں ابوعلی التستری رحمۃ اللہ علیہ سے کیا اور بغداد میں قاضی بغداد ابو عبداللہ الدامغانی رحمۃ اللہ علیہ، رزق اللہ التمیمی رحمۃ اللہ علیہ، ابوعبداللہ الحمیدی اور دیگر بہت سے ائمہ کرام سے فیض حاصل کیا۔ نیز شافعی مسلک کے عالم وفقیہ ابوبکر الشاشی المعروف بہ المستظہری رحمۃ اللہ علیہ سے فقہ کی تعلیم حاصل کی، آپ ایک مدت تک بیت المقدس میں بھی قیام پذیر رہے اور پھر وہاں سے اسکندریہ منتقل ہو گئے۔ آپ نے علم ادب، ابومحمد بن حزم سے ''اشبیلیہ'' (شہر) میں حاصل کیا، نیز ابواحمد الجرجانی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فصاحت حاصل

کی تھی۔آپ نے علم کے حصول کے لیے بہت سے شہروں کے سفر کیے، جن میں یہ شہر سر فہرست ہیں: بغداد، بصرہ، اشبیلیہ، سرقسطہ اور اسکندریہ۔

آپ کی ایمانی جرأت

آپ نے اس دور کی سلطنتِ عبیدیہ کی طرف سے اہل السنّت والجماعہ کے خلاف پیدا شدہ فکری اور اعتقادی انتشار وفساد کے سبب ان شہروں کو علماء اور طلباء سے ویران اور بے آباد ہونے کا آنکھوں سے مشاہدہ کیا، اس حکومت نے بہت سے اہل علم کو قتل کروادیا تھا اور بہت سوں کو طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی تھیں، شیخ طُرطوشی رحمۃ اللہ علیہ نے تادم حیات وہاں پر قیام کر کے لوگوں کو دینی امور کی تعلیم دی اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ میرا اسکندریہ میں قیام کا سبب یہ ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے مجھے اسکندریہ میں قیام کرنے کا سبب پوچھا جو اس وقت عبیدیوں کے تابع ہے اور جہاں ان عبیدیوں نے مسلمانوں کو نماز جمعہ اور دیگر دینی وایمانی شعائر کے بجالانے سے بھی روک رکھا ہے تو میں کہوں گا کہ میں نے یہاں پر گمراہ لوگوں کو پایا تھا جن کی ہدایت کا میں ذریعہ بنا۔ آپ کو وزیر عبیدی الافضل کے ہاتھوں اذیت کا سامنا بھی کرنا پڑا، آپ کو اسکندریہ سے نکال دیا گیا اور مصر میں اقامت اختیار کرنے پر مجبور کر دیا گیا اور لوگوں کو بھی ان سے فیضانِ علم حاصل کرنے سے روک دیا گیا، یہ سلسلہ اور صورتِ حال وزیر الافضل کے قتل ہونے تک برقرار رہی، جب الافضل قتل ہوا تو اس کی جگہ مامون البطائحی حاکم ہوئے، جس نے طُرطوشی رحمۃ اللہ علیہ کا اکرام اور احترام کیا۔

آپ ایک عرصہ تک بیت المقدس میں بھی قیام پذیر رہے۔

ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ آپ نے ۴۷۶ھ میں بجانب مشرق اپنے سفر کا آغاز کیا اور بیت اللہ کا حج کیا پھر بصرہ اور بغداد گئے اور ایک عرصہ تک شام میں سکونت

اختیار کی اور وہاں تدریسی خدمات انجام دیتے رہے۔(وفیات الاعیان ٤/٢٦٢)

قدرت کی ایک نشانی

ابونصر الزینی کے دور حیات میں بغداد داخل ہوئے اور غالباً ان سے سماع بھی کیا، وہ کہتے ہیں کہ ۴۷۲ھ کو وہاں بعد از عصر قدرت کی ایک نشانی دیکھی کہ ہم نے ایک ہولناک آواز سنی، پھر اچانک سخت اندھیرا اور آندھی شروع ہوگئی جس سے دن کے آثار مٹ گئے، سیاہ تاریکی چھاگئی، سورج چھپ گیا، ہم اس شدید ظلمت اور تاریکی کی حالت میں ایک دوسرے کو پہچان نہ سکتے تھے، ہمیں اس میں کوئی شک نہیں رہا کہ قیامت برپا ہوگئی ہے یا خسف یا کوئی اور عذاب نازل ہوگیا ہے۔ کچھ عرصہ تک یہی صورت حال قائم رہی، پھر ظلمت کی وہ سیاہی سرخی میں ایسے بدلی جیسے آگ کے شعلے ہوں، یا دھکتے ہوئے انگارے۔ پھر کچھ دیر اندھیرا چھائے رہنے کے بعد ختم ہوگیا، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ میں ہر طرح سے سلامت رہا، بازاروں میں لوگوں نے خوب لوٹ مار کی، پگڑیاں اور دیگر سامان اچک لیے۔(سیر اعلام النبلاء ١٩/٤٩٣)

آپ کے تلامذہ

جن ائمہ کرام نے شیخ طرطوشی رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث بیان کی ہیں ان کے اسماء گرامی یہ ہیں:

ابوطاہر السلفی رحمۃ اللہ علیہ، فقیہ سلار بن مقدم، جوہر بن لؤلؤ المقری، فقیہ صالح ابن بنت معافی المالکی رحمۃ اللہ علیہ، عبداللہ بن عطاف الازدی رحمۃ اللہ علیہ، یوسف بن محمد القروی رحمۃ اللہ علیہ، علی بن مہدی بن قلینا رحمۃ اللہ علیہ، ابوطالب احمد المسلم اللخمی رحمۃ اللہ علیہ، ظافر بن عطیہ رحمۃ اللہ علیہ، ابو الطاہر اسماعیل بن عوف رحمۃ اللہ علیہ، ابومحمد عبداللہ بن عبدالرحمٰن العثمانی، عبدالمجید بن

ذلیل رحمہ اللہ ،ابوبکر بن العربی رحمہ اللہ اور دیگر ائمہ نے بھی آپ سے حدیث نقل کی ہے۔

(سیر اعلام النبلاء۱۹/۱۹۱)

امام ابوبکر طرطوشی رحمہ اللہ کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے تحصیل علم کے لیے خود کو کسی خاص مکتب فکر کے ساتھ وابستہ نہیں کر رکھا تھا بلکہ آپ نے حنبلی، شافعی، مالکی ہر طرح کے ائمہ ومحدثین سے اکتسابِ فیض کیا۔

آپ کی فکری ودعوتی خدمات

۱ بر الوالدین: میرے علم کے مطابق حقوق والدین کے موضوع پر آپ نے سب سے پہلے مستقل طور پر کتاب تصنیف فرمائی۔ یہ ایک ایسا پہلو ہے جس سے بہت سے مصنفین غافل ہیں۔

۲ راج الملوك یاسراج الهدی: یہ کتاب آپ نے وزیر ابن بطائحی رحمہ اللہ کے لیے لکھی، اس کتاب میں صرف وزیر کی خوشامد کے گن نہیں گائے گئے بلکہ اس میں وعظ وارشاد اور اصلاح وتربیت کے حوالہ سے بھی گفتگو فرمائی، خصوصاً ایسے دور میں کہ جس دور میں ایسی بات کہنا قابل تعزیر جرم قرار دیا جاتا تھا اور اس پر عمل کرنے والے کو سزائے موت دی جاتی تھی۔

آپ نے اس کتاب میں وزیر موصوف کو دعوت الی اللہ اور دیگر خیر خواہی کے پیغامات بھی رقم فرمائے حالانکہ یہ کام اس وقت کے قانون کے خلاف ایک مستوجب اعدام اقدام تھا۔

۳ آپ اپنے اسلاف کی اتباع میں متصلب تھے، اس کے علاوہ آپ عالم باعمل، زاہد ومتقی، دیندار، متواضع، اور صوفی بزرگ بھی تھے۔ دنیا سے بے رغبت رہتے اور تھوڑی چیز پر قانع اور راضی رہتے۔ آپ فرماتے تھے کہ ”جب تجھے دو چیزیں پیش کی

جائیں ایک دنیا کی چیز اور دوسری آخرت کی چیز تو تم آخرت کی چیز کو حاصل کرنے میں جلدی کرو، اس طرح تمہیں دنیا اور آخرت دونوں حاصل ہو جائیں گی۔''

آپ اکثر یہ اشعار پڑھا کرتے تھے:

ان للّٰہ عبادا فطنا ۞ طلقوا الدنیا و خافوا الفتنا

فکروا فیھا فلما علموا ۞ انھا لیست لحیّ وطنا

جعلوھا لجۃ واتخذوا ۞ صالح الاعمال فیھا سفنا

''اللہ تعالیٰ کے کچھ ہوش مند بندے ایسے ہیں جنہوں نے دنیا کو طلاق دے دی اور وہ فتنوں سے خوفزدہ ہیں اور جب انہوں نے دنیا کی حالت پر غور کیا تو انہوں نے جان لیا کہ یہ دنیا کسی زندہ شخص کا وطن نہیں ہے انہوں نے اس دنیا کو گہرا پانی خیال کرتے ہوئے نیک اعمال کو اس میں بطور کشتی بنالیا۔''

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ نے ''سیر اعلام النبلاء'' میں ذکر کیا ہے کہ دو سو کے قریب فقہاء اور مفتیان نے ان سے تربیت حاصل کی۔ آپ فقہاء کے پاس جاتے اور وہ سوئے ہوئے ہوتے تو ان کے پاس دنانیر رکھ دیتے تھے، جب وہ بیدار ہوتے تو اپنے پاس دنانیر دیکھتے تھے۔ آپ کے تلمیذ رشید ابراہیم بن مہدی بن قلیناؒ کہتے ہیں کہ ہمارے شیخ کا زہد اور عبادت ان کے علم سے زیادہ تھا۔ (السیر ۹۴۲/۱۹)

ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ مجھے ان کے کچھ اشعار بھی معلوم ہیں جو ان کی طرف منسوب ہیں۔ حافظ ذکی الدین عبدالعظیم المنذری رحمۃ اللہ علیہ نے ان کے حالات زندگی کے ضمن میں ان اشعار کا ذکر کیا ہے جو اوپر گزر چکے ہیں۔

آپ کی رقت قلبی

ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے امام طرطوشی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالے سے ان کی یہ بات نقل کی ہے

کہ شیخ طرطوشی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک رات میں بیت المقدس میں سویا ہوا تھا کہ میں نے رات کی تاریکی میں کسی کی غمزدہ آواز سنی کہ کوئی یہ کہہ رہا ہے:

اخـوف ونوم ان ذا لعجب ❁ ثكلتك من قلب فانت كذوب

اما وجلال الله لو كنت صادقا ❁ لما كان للاغماض منك نصيب

''کیا خوف اور نیند بھی جمع ہو سکتے ہیں؟ یہ بڑی تعجب خیز بات ہے میں نے تجھے دل سے گم کر دیا، پس تو جھوٹا ہے، خدا کی عظمت وجلال کی قسم! اگر تم سچے ہوتے تو تم چشم پوشی نہ کرتے۔''

پھر آپ بیدار ہوئے اور سونے والوں کو بھی بیدار کیا اور سب کو رلا دیا۔

(وفيات الاعيان ٤ :٢٦٤)

یاقوت الحموی نے والدین کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے سلسلہ میں ان کے اشعار نقل کیے ہیں:

لو كان يدرى الابن اية غصة ❁ يتـجرع الا بوان عند فراقه

أمٌ تهيـج بـوجـده حيـرانة ❁ واب يسح الدمع من آماقه

يتجرعان لبنيه غصص الردى ❁ ويبـوح مـاكتماه من اشواقه

لـرثى لام سل من احشائها ❁ وبـكى لشيخ هام فى آفاقه

ولبدل الخلق الابى لعطفه ❁ وجزاهما بالعذب من أخلاقه

''اگر بیٹے کو وہ غم اور تکلیف معلوم ہوتی جسے اس کے ماں باپ اس کی جدائی پر جھیلتے ہیں، ماں اس کی تکلیف میں سرگرداں اور باپ رو رو کر بے حال ہوتا جاتا ہے دونوں اپنے بیٹے کی جدائی پر غم کے گھونٹ پی رہے ہوتے ہیں اور ان کے اندر چھپا ہوا اشتیاق ظاہر اور نمایاں ہو رہا

ہوتا ہے۔تو وہ بیٹا اپنی ماں پر ضرور غم کے آنسو بہاتا جو اس کے پیٹ سے نکلا ہے اور اپنے باپ پر ضرور روتا جو عمر کی آخری حد کو پہنچ چکا ہے اور بیٹا اپنی عادات کو بھی تبدیل کر لیتا اور اپنے ماں باپ کو اپنے شیریں اخلاق کے ذریعے اچھا بدلہ دیتا۔" (معجم البلدان ۳/ ۳۰)

آپ کی تالیفات

① سراج الملوك: یہ آپ کی اپنے موضوع پر بہت عمدہ، دلچسپ اور عظیم کتاب ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کتاب کے سرورق پر یہ دو اشعار رقم ہیں:

الناس يهدون على قدرهم ❁ لكنني اهدى على قدرى
يهدون مايفنى واهدى الذى ❁ يبقى على الايام والدهر

(السير ۴۹۲)

آپ نے یہ کتاب وزیر مامون البطائحی رحمہ اللہ کے لیے لکھی تھی۔ (جیسا کہ پہلے بھی گزرا ہے) ابن خلکان نے اس کتاب کی توصیف میں فرمایا ہے کہ "یہ کتاب اپنے موضوع پر بہت عمدہ ہے۔"

آپ نے اس کا نام "سراج الہدیٰ" بھی رکھا ہے۔ (وفيات الاعيان ۴/ ۲۶۳)

② تحریم الغناء: امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ آپ کی حرمت غناء پر یہ ایک بہت عمدہ تالیف ہے۔ (السير ۱۹/ ۴۹۴)

③ كتاب فى الزهد (كما فى السير)

④ تعليقة فى الخلاف (السير، وفيات الاعيان)

⑤ البداع والحوادث (السير)

⑥ الرد على اليهود (ايضاً)

۷ العمدة فی الاصول (ایضاً)

۸ الفتن (وفیات الاعیان)

۹ بر الوالدین (السیر)

یہ وہی کتاب ہے جو اس وقت ہمارے پیش نظر ہے۔امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ اور ابن خلکان رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے علاوہ بھی ان کی تصانیف وتالیف کا ذکر کیا ہے۔

وفات

آپ کی وفات بروز ہفتہ جمادی الاولیٰ ۵۲۰ھ بوقت رات کے آخری تہائی حصہ اور بمقام سرحد اسکندریہ میں ہوئی۔آپ کے بیٹے محمد نے آپ کا نماز جنازہ پڑھا اور باب اخضر کی جانب نئی عمارت کے قریب ''وعلہ'' کے قبرستان میں مدفون ہوئے رحمہ اللہ تعالیٰ۔

ابن بشکول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ'' آپ کا انتقال شعبان ۵۲۰ھ کو ہوا۔''

دیکھیے:سیر اعلام النبلاء۱۹/۴۶۰۔۴۹۷۔وفیات الاعیان ۲۶۲/۴۔۲۶۵۔معجم البلدان ۳۰/۴

مقدمہ از مؤلف

الحمدلله ربّ العالمین، وصلّی الله علی محمد سید المرسلین،

وعلی آله الطیّبین الطاهرین،وسلّم تسلیما

اما بعد: میرا ارادہ ہوا کہ میں والدین کے حقوق اور ان کے ساتھ حسن سلوک کے متعلق مبسوط کلام جمع کروں۔ان کے متعلق واردشدہ الفاظ جیسے شکر، بر، صلہ، صحبت، بالمعروف، قول کریم، قطیعہ عقوق اور مخالفتہ وغیرہ کی وضاحت کروں اور اولاد کے لیے حج اور عمرہ جہاں طلب علم اور تجارت وغیرہ کے احکام بیان کروں، ان کی تفصیلات اور معانی کو بیان کروں، اس کے بارے میں واجب، مستحب، مباح، ممنوع اور مکروہ کی توضیح بھی پیش کروں۔ وبالله استعین، وهو حسبی ونعم الوکیل

میں سب سے پہلے اس بارے میں علماء کے مذاہب کا ذکر کروں گا اس کے بعد نصوص شرعیہ اور پھر پیش آمدہ مسائل کا اور ان سے استنباط و استخراج بیان کروں گا

وبالله استعین

ماں کا رتبہ

چنانچہ ''مختصر الجامع'' میں امام مالک سے منقول ہے کہ ایک شخص نے ان سے کہا اے ابو عبداللہ! میری ایک والدہ، ایک بہن اور بیوی ہے، جب کبھی بھی میری والدہ میرے پاس کوئی چیز دیکھتی ہے تو کہتی ہے کہ یہ چیز اپنی بہن کو دے دو اور اس پر اصرار کرتی ہے۔ اگر میں وہ چیز اس کو نہ دوں تو وہ مجھے برا بھلا کہنا شروع کر دیتی ہے۔ اور بددعائیں دینے لگتی ہے۔ میں کیا کروں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ میری ''رائے یہ ہے کہ تم ایسی صورت حال میں اس کے ساتھ غیظ وغضب کا رویہ اختیار نہ کرو، اور حتی المقدور اس کی ناراضگی سے اجتناب کرو اور جتنا ممکن ہو اپنی چیز کو اس کی نظر سے غائب رکھو۔'' اس آدمی نے کہا کہ وہ چیز تو میرے پاس گھر میں ہوتی ہے، میں اس کو کہاں چھپاؤں آپ نے فرمایا کہ جو کچھ بھی ہو میری رائے یہ ہے کہ تم اس کے ساتھ غیظ وغضب کا معاملہ نہ کرو اور اس کی ناراضگی سے بچنے کی کوشش کرو، جتنی تم میں طاقت ہو۔ ایک آدمی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میرے والد سوڈان کے علاقے میں رہتے ہیں انہوں نے مجھے اپنے پاس بلایا ہے جب کہ میری والدہ مجھے جانے سے منع کرتی ہے میں کس کی بات مانوں؟ آپ نے فرمایا: اپنے باپ کی اطاعت کرو اور ماں کی نافرمانی نہ کرو۔ (فتح الباری ۱۰/۲/۴۰۲)

ماں کا درجہ باپ سے زیادہ ہے

مروی ہے کہ امام لیث رحمۃ اللہ علیہ ❁ نے (مذکورہ صورت میں) ماں کی فرماں برداری اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے کہ ماں کا برّ (حسن سلوک) میں دو تہائی حصہ ہے۔

ہمارے استاد قاضی ابوالولید الباجی رحمۃ اللہ علیہ حکایت کرتے ہیں کہ: ''ایک عورت تھی اس کا شوہر اس کا مقروض تھا اس عورت نے ارادہ کیا کہ وہ اپنے بیٹے کو اس مال کے وصول کرنے کا وکیل بنائے، لیکن بیٹے نے وکیل بننے سے انکار کیا اور شہر ''قرطبہ'' کے فقہاء سے مشورہ لیا تو بعضوں نے اسے یہ مشورہ دیا کہ وہ اپنی ماں کی اطاعت کرے، چنانچہ وہ اپنے باپ کے خلاف ماں کا وکیل بنا اور قاضیوں کے پاس اپنے باپ کے خلاف دعویٰ کے سلسلہ میں جایا کرتا تھا اور اس (باپ) کو فقہاء کے پاس لے کر جاتا تھا اور مقدمہ میں اس سے حجت بازی کرتا تھا۔

والدین حج کرنے سے منع کریں تو کیا کرے؟

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کتابِ محمد میں فرماتے ہیں کہ ''جب والدین حج کرنے سے منع کریں تو ان کی اجازت کے بغیر حج نہ کرے، البتہ فرض حج کے لئے جا سکتا ہے اور اسے چاہئے کہ ان کے لیے دعا کرے۔'' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ امام مالک کے نزدیک نفلی عبادت کو ترک کر کے والدین کی اطاعت کرنا واجب ہے۔

آپ ''المجموعة'' میں فرماتے ہیں کہ جو شخص حج کا ارادہ رکھتا ہو اور اس کے ماں باپ اس کو منع کریں تو عجلت سے کام نہ لے بلکہ اسے سال یا دو سال تک ان سے اجازت لینی چاہئے۔

❁ محمد بن رمح رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ امام لیث رحمۃ اللہ علیہ کی سالانہ آمدنی اسی ہزار دینار تھی مگر ان پر زکوٰۃ کبھی واجب نہیں ہوئی، آپ امام وحجۃ اور کثیر التصانیف تھے ۱۷۵ھ میں انتقال فرمایا۔ تذکرۃ الحفاظ ۱/۲۲۴ـ۲۲۶

ابو عبد اللہ بن ناجی البصری المالکی رحمۃ اللہ علیہ مختصر ابن عبد الحکیم کی شرح میں لکھتے ہیں:

''جو شخص جہاد پر جانا چاہتا ہو مگر اسے ماں باپ اسے جانے سے منع کرتے ہوں تو اس کو چاہئے کہ ان کی اطاعت کرے اور جہاد پر نہ جائے لیکن اگر دشمن کے اچانک حملہ کر دینے یا نذر ماننے کے سبب اس پر جہاد کرنا لازم ہو جائے تو جہاد پر جانا ضروری ہو گا، البتہ نذر کی صورت میں سال یا دو سال تک تاخیر کرنی چاہئے۔ اپنے ماں باپ کی خاطر مدارات کرتا رہے۔ اگر اجازت دے دیں تو بہت بہتر ورنہ نکل جائے، یہی حکم ہے اس حج کا جو فرض حج کے بعد کیا جائے۔

شافعیہ میں سے امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''احیاء علوم الدین'' میں لکھا ہے کہ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ مشتبہ امور میں بھی والدین کی اطاعت کرنا واجب ہے اگرچہ حرام محض میں اطاعت واجب نہیں ہے، یہاں تک کہ اگر اولاد کے الگ اور تنہا کھانا کھانے سے والدین کی طبیعت مکدر ہوتی ہو تو اولاد پر واجب ہے کہ وہ والدین کے ساتھ کھانا کھائیں، کیونکہ مشتبہ امر کا ترک کرنا پرہیز گاری ہے اور والدین کی رضا مندی لازم ہے اسی طرح والدین کی اجازت کے بغیر مباح یا نفلی کام کے لیے سفر کرنا (اولاد کے لیے) جائز نہیں ہے۔

تجارت اور علم کے لیے سفر کرنا

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے مسارعت کرنا متنفل ہے، اس لیے کہ حج تاخیر سے بھی ادا کرنا ممکن ہے اور طلب علم کے لیے نکلنا بھی متنفل ہے، مگر جب تم علم الفرض حاصل کرنے کے لیے نکلو جیسے نماز، روزہ کے احکام اور تمھارے شہر میں کوئی سکھانے والا نہ ہو (تو بغیر اجازت کے بھی نکل سکتے ہو) یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص ایسے شہر میں مسلمان ہوا جہاں اسے اسلام کے احکام سکھانے والا کوئی نہ ہو تو اس پر

لازم ہے کہ وہاں سے ہجرت کرے اور والدین کے حقوق کی خاطر بیٹھا نہ رہے۔''

(الاحیاء ۲/۱۹٤)

اصحابِ شافعی میں سے ابن الصباغ رحمۃ اللہ علیہ ''الشامل''میں فرماتے ہیں کہ ''والدین کی اجازت سے ہی جہاد کرے، تجارت اور علم کے لیے سفر کرنے کے لئے ان سے اجازت لینا مستحب ہے، واجب نہیں ہے، کیونکہ ایسے سفر میں عموماً خطرہ جان نہیں ہوتا، جب کہ جہاد میں شہید ہونے کا خطرہ لاحق ہوتا ہے۔'' (الام للشافعی ١٦٣/٤)

اس قول میں مسئلہ کی تفصیل بیان نہیں کی گئی، ہم عنقریب اپنے مقام پر اس کا مطلب بیان کریں گے۔ ان شاء اللہ تعالیٰ

محاسبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: ''جس علم کا حاصل کرنا تم پر فرض ہو اس کو حاصل کرنے کے لئے والدین کی اطاعت تم پر لازم نہیں ہے (جب کہ وہ اس سے منع کریں) یہاں تک کہ تم اس کو سیکھ لو۔''

امام اوزاعی رحمۃ اللہ علیہ سے کسی نے پوچھا کہ اگر والدہ اپنے بیٹے کو جماعت اور جمعہ کی ادائیگی سے منع کرتی ہو تو وہ کیا کرے؟ انہوں نے فرمایا:

''اسے چاہئے کہ اس معاملہ میں اپنے رب کی اطاعت کرے اور والدہ کی نافرمانی کرے۔''

اولاد کے لیے نیکی اور تقویٰ کی دولت جمع کرے

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''اگر والدہ از راہ شفقت اپنی اولاد کو نماز عشاء کے پڑھنے سے منع کرتی ہو تو اولاد اس کی اطاعت نہ کرے۔'' (صحیح البخاری، الاذان باب وجوب صلوٰۃ الجماعۃ ٢٤٤)

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد عالی ہے:

وَ لْيَخْشَ الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۖ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ۝ [النساء: ۹]

''اور چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ کہ اگر اپنے پیچھے ضعیف اولاد چھوڑی ہے تو ان پر اندیشہ کریں، پس چاہئے کہ اللہ سے ڈریں اور سیدھی بات کہیں۔''

اس آیت سے واضح ہوتا ہے کہ ایک مسلمان کی شان یہ ہے کہ اپنی اولاد اور ورثاء کے لئے نیکی اور تقویٰ کی دولت چھوڑ کر جائے نہ کہ مال ومتاع، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ ان کو چاہئے کہ ان کے لئے مال ودولت جمع کریں۔ ❁

شیخ کہتے ہیں میرے نزدیک یہ ہے کہ کسی فرض کام کو ترک کرنے کے لئے والدین کی اطاعت لازم نہیں ہے۔ اسی طرح فرض علم کے ترک کرنے اور سنن رواتب جیسے مساجد میں

❁ امام قرطبی رحمہ اللہ اپنی تفسیر (۵/۵) میں رقم طراز ہیں کہ: اس آیت کی تفسیر میں علماء کا اختلاف ہے۔ (۱) ایک جماعت کہتی ہے کہ اس میں اوصیاء کو نصیحت کی گئی ہے کہ تم یتیموں کے ساتھ ایسا سلوک کرو جیسا کہ تم خود چاہتے ہو کہ تمہارے مرنے کے بعد تمہاری اولاد کے ساتھ کیا جائے۔ (قالہ ابن عباس رضی اللہ عنہ)

(۲) ایک جماعت کہتی ہے کہ اس سے مراد تمام لوگ ہیں، یعنی اللہ تعالیٰ نے یتیموں اور دوسروں کی اولاد کے بارے میں خوفِ خدا اختیار کرنے کا حکم دیا ہے، خواہ وہ ان کی زیر پرورش نہ ہوں، اور یہ کہ ان سے سیدھی اور درست بات کریں، جیسا کہ ہر ایک چاہتا ہے کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی اولاد کے ساتھ ایسا معاملہ کیا جائے۔

(۳) بہت سے مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت میں قریب الموت شخص کے بارے میں کہا جارہا ہے کہ جو شخص اس کے پاس موجود ہو وہ اس کو کہے کہ اللہ تعالیٰ تیری اولاد کو ضرور رزق دے گا۔ پس تم اپنا خیال کرو اور اپنے مال کی وصیت کر جاؤ اور اسے اللہ کی راہ میں صدقہ کرو اور غلام وغیرہ آزاد کرو، تاکہ وہ اپنا سارا مال دے کر اپنے ورثاء کو نقصان نہ پہنچادے جس سے منع کیا گیا ہے۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح تم اپنی اولاد اور وارثوں کے متعلق اندیشہ رکھتے ہو اسی طرح دوسروں کے وارثوں کے متعلق بھی ڈرو اور تم اس کو بے جا خرچ کرنے پر آمادہ نہ کرو۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ، قتادہ رحمہ اللہ، سدی رحمہ اللہ، ابن جبیر، ضحاک رحمہ اللہ اور مجاہد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے۔ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے: قولا سدیدا کا مطلب یہ ہے کہ اس شخص کو جو مرض الوفات میں مبتلا ہے یہ کہو کہ اس کے ذمہ جو واجب حقوق ہیں اس سے عہدہ برآ ہو، پھر اپنے قرابت داروں کے لیے اتنے مال کی وصیت کرو جس سے اس کے ورثاء کو ضرر نہ پہنچے۔ شیخ طرطوشی رحمہ اللہ کا بیان کردہ مطلب بعید از آیت ہے۔

جماعت کی حاضری یا فجر کی دو سنتیں یا نماز وتر وغیرہ کو ترک کرنے کے لیے والدین کی اطاعت نہیں کی جائے گی، جب کہ والدین ان امور کو ہمیشہ کے لیے ترک کرنے کا مطالبہ کریں۔

بات رہی نفلی امور کی تو اس بارہ میں کتاب وسنت اور آثار سلف اس پر مدلل ہیں کہ اس صورت میں والدین کی اطاعت فرض ہوگی اور نفلی کام کو ترک کیا جائے گا، یہاں تک کہ اگر والدین نماز کے اول وقت میں اس کو بلائیں تو ان کی اطاعت کرنا واجب ہوگا، خواہ اول وقت کی فضیلت حاصل نہ ہو ❊ اور والدین کی نافرمانی کی عنقریب وضاحت کی جائے گی۔

جاننا چاہیے کہ اس مسئلہ کا دارومدار اس پر ہے کہ تمہیں اس شکر اور بر والدین کا معنی اور مفہوم معلوم ہو جسے اولاد پر فرض اور لازم کیا گیا ہے۔ اسی طرح یہ معلوم ہو کہ عقوق اور قطع رحمی جس کو حرام قرار دیا گیا ہے اس کا مطلب کیا ہے؟ مسائل کو پوری طرح سامنے لانے کے بعد ہی اصل مقصد واضح اور روشن ہوگا۔ اب ہم پہلے نصوص شرعیہ کا ذکر کرتے ہیں، پھر ان سے مسائل کا استخراج اور استنباط کریں گے۔ واللہ یرشد للصواب

احادیث نبویہ میں حقوق والدین کا ذکر

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ وَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِۚ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ وَهْنًا عَلٰى وَهْنٍ وَّ فِصٰلُهٗ فِيْ عَامَيْنِ اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَ لِوَالِدَيْكَؕ اِلَيَّ الْمَصِيْرُ۝ وَ اِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰۤى اَنْ تُشْرِكَ بِيْ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَ صَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوْفًا٘ وَّ اتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّۚ ثُمَّ اِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۝ [لقمان: ١٤، ١٥]

❊ اس مسئلہ کی اصل اور بنیاد قصہ جریج میں تفصیل سے آرہی ہے۔

''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے اس کی ماں نے کمزوری پر کمزوری اس کو پیٹ میں اٹھائے رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے کہ تم میرا اور اپنے والدین کا شکر بجالاؤ میری طرف ہی لوٹنا ہے، اور اگر وہ دونوں تجھے مجبور کریں کہ تم میرے ساتھ شریک ٹھہراؤ جس کا تمہیں کوئی علم نہیں ہے تو تم ان کی اطاعت نہ کرو اور دنیا میں اچھے طریقہ سے ان کے ساتھ گزر بسر کرو۔''

نیز ارشاد ہوتا ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۚ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ [الاسراء: ۲۳-۲۴]

''اور تیرے رب نے حکم دیا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور اپنے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرو اگر تیرے پاس ان میں سے یا دونوں کے دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کو کبھی ہوں بھی مت کرنا اور نہ ان کو جھڑکنا اور ان سے خوب ادب سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے انکساری کے ساتھ جھکے رہنا اور یوں دعا کرتے رہنا کہ اے میرے پروردگار! ان دونوں پر رحمت فرما جیسا انہوں نے مجھے بچپن میں پالا اور پرورش کی ہے۔'' [الاسراء: ۲۳-۲۴]

والدین کی فرمانبرداری، اللہ کے ہاں محبوب عمل ہے

◎ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے

دریافت کیا کہ کونسا عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں زیادہ محبوب ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اپنے وقت پر نماز پڑھنا۔''

میں نے عرض کیا کہ: پھر کونسا؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''پھر والدین کی فرماں برداری۔''

میں نے عرض کیا کہ: پھر کونسا؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''پھر جہاد فی سبیل اللہ۔''

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ''رسول اللہ ﷺ نے مجھے یہ باتیں بیان فرمائی ہیں اگر میں مزید سوال کرتا تو آپ ﷺ مجھے مزید بیان فرماتے۔''

(صحیح البخاری ۵۲۷ ۔صحیح مسلم ۸۵ ۔الترمذی ۱۷۳، النسائی ۶۰۹ ۔ ۶۱۰)

◎ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا کہ:

یارسول اللہ! میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''تمہاری ماں۔''

اس نے کہا: پھر کون؟

آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''تمہاری ماں۔''

اس نے کہا پھر کون؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہاری ماں۔''

اُس نے کہا: پھر کون؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا باپ۔'' (البخاری ۵۹۷۱ ومسلم ۲۵٤۸)

◎ امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ نے بھی مذکورہ روایت کو نقل کیا ہے کہ اس شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں کس کے ساتھ نیک سلوک کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''تم

اپنے ماں باپ اور بہن بھائیوں کے ساتھ نیک سلوک کرو اور اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ بھی اچھا سلوک کرو اور یہ حق لازم ہے اور ایسا رشتہ ہے جسے جوڑنا ضروری ہے۔" (ابو داؤد ٥١٤٠۔ الترمذی ١٨٩٧)

اور صحیح مسلم میں اس پر یہ اضافہ ہے کہ (والدہ کا تین بار ذکر کرنے کے بعد فرمایا) "پھر تمہارا باپ، پھر تمہارا قریب کا رشتہ دار، پھر جو اس کے قریب کا ہو۔"

(صحیح مسلم ٢٥٤٨)

اس سے معلوم ہوا کہ نبی کریم ﷺ نے تین چوتھائی نیکی اور اطاعت کا حق دار ماں کو اور ایک چوتھائی باپ کو قرار دیا۔ حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ دو تہائی نیکی اور اطاعت کا حق ماں کا ہے اور ایک تہائی باپ کا ہے، سفیان بن عیینہ رحمہ اللہ بھی یہی فرماتے ہیں۔ (شعب الایمان ٦/١٧٨)

◎ ایک حدیث میں: "ثم امّك ثم امك" کا ذکر (بجائے تین مرتبہ کے) دو مرتبہ آیا ہے۔ (مسلم ٢٥٤٨۔ ابن ماجہ ٣٦٥٨)

پہلی روایت ہی صحیح ہے، امام ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی رحمہ اللہ کی مختار روایت بھی یہی ہے، اس لیے کہ سفیان اپنے قوت حافظہ سے حدیث بیان کرتے تھے اور اس حدیث کے راوی شجاع بن ولید رحمہ اللہ اپنی کتاب سے حدیث بیان کرتے تھے۔

◎ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی آیا اور اس نے جہاد میں جانے کی آنحضور ﷺ سے اجازت طلب کی، تو آپ ﷺ نے پوچھا:

"کیا تمھارے والدین زندہ ہیں؟"

اس نے کہا کہ: جی ہاں!

آپؐ نے فرمایا کہ "پھر ان ہی کی خوب اطاعت کرو۔" (البخاری ٣٠٠٤ ومسلم ٢٥٤٩)

والدین کی خدمت، مصائب سے نجات کا سبب ہے

◎حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تین آدمی چلے جارہے تھے کہ راستہ میں بارش نے ان کو آگھیرا، پس انہوں نے پہاڑ پر موجود ایک غار میں پناہ لے لی، اس پہاڑ سے ایک بڑا پتھر گرا اور اس نے غار کا منہ بند کردیا، وہ آپس میں کہنے لگے کہ ایسے اعمال کے بارے میں غور کرو جو تم نے اللہ کے لیے کیے ہوں، پھر ان اعمال کے وسیلہ سے اللہ تعالیٰ سے دُعا کرو، ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اس پتھر کو ہٹادیں، چنانچہ ان میں سے ایک آدمی کہنے لگا کہ اے اللہ! میرے بوڑھے ماں باپ تھے اور میری بیوی اور چھوٹے چھوٹے بچے تھے میں ان کے لیے بکریاں چراتا تھا جب میں بکریاں چرا کر واپس آتا تو پہلے اپنے والدین کے لیے دودھ دوہتا، اپنے بچوں سے پہلے ان کو دودھ پلاتا۔ ایک دن گھاس اور چارے کی تلاش میں دور نکل گیا اور رات گئے واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ میرے ماں باپ سو چکے ہیں، میں نے حسب معمول بکریوں کا دودھ دوہیا۔ پھر دودھ کا پیالہ لاکر اپنے ماں باپ کے سر کے پاس کھڑا ہوگیا۔ میں نے ان کو جگانا اچھا نہ سمجھا اور میں نے ان سے پہلے اپنے بچوں کو دودھ پلانا بھی اچھا نہ سمجھا۔ حالانکہ میرے بچے قدموں میں بلبلا رہے تھے۔ اسی حال میں صبح صادق ہوگئی۔ (اے اللہ) اگر آپ کے علم ہے کہ میں نے یہ عمل آپکی رضاجوئی کے لیے کیا تھا تو اس پتھر کو ہم سے اتنا ہٹادے کہ ہم آسمان کو دیکھ سکیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس پتھر کو اتنا کردیا جس سے انہوں نے آسمان کو دیکھا۔''

(الترغیب والترھیب ۲۲۱/۱)(النووی علی مسلم ۵۶/۱۷)

جُریج کا عبرت انگیز واقعہ

◎ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عیسیٰ بن مریم علیہ السلام اور صاحب جریج کے سوا کسی بچے نے گود میں بات نہیں کی۔

کسی نے عرض کیا کہ: اے اللہ کے نبی ﷺ! صاحب جریج کون ہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جریج ایک راہب (تارک دنیا) شخص تھا جو اپنے عبادت خانہ میں رہتا تھا۔ اور ایک شخص تھا جو اس عبادت خانہ کے نیچے رہتا تھا اور اس بستی کی ایک عورت اس کے پاس (برائی کی ترغیب دینے) آتی جاتی تھی ایک دن جریج کی ماں آئی اور اس نے جریج کو آواز دی۔ اے جریج! وہ نماز میں مشغول تھے۔ انہوں نے سوچا کہ میں کس کو ترجیح دوں۔ نماز کو یا اپنی ماں کو؟ پھر نماز کو ترجیح دی ماں نے پھر آواز دی، پھر انہوں نے سوچا کہ نماز کو ترجیح دوں یا ماں کو؟ پھر خیال کیا کہ نماز کو ہی ترجیح دیتے ہیں۔ ماں نے تیسری بار پھر آواز دی۔ انہوں نے پھر سوچا کہ کیا کروں۔ ماں کو ترجیح دوں یا نماز کو؟ پھر خیال کیا کہ نہیں۔ نماز کو ترجیح دیتے ہیں جب اس نے ماں کی بات نہ سنی تو ماں نے بددعا دیتے ہوئے کہا کہ: ''اے جریج! خدا تجھے موت نہ دے جب تک کہ تو بدکار عورت کا منہ نہ دیکھ لے۔''

یہ (کہہ کر) وہ چلی گئی۔ ایک دن وہ بدکار عورت بادشاہ کے سامنے پیش کی گئی کہ اس نے ایک بچہ کو جنا تھا۔ بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ یہ بچہ کس کا ہے؟

اس عورت نے کہا کہ یہ بچہ جریج کا ہے! بادشاہ نے پوچھا کہ اس راہب جریج کا جو عبادت خانہ میں رہتا ہے؟

اس نے کہا کہ: ہاں!

بادشاہ نے حکم دیا کہ اس راہب کا عبادت خانہ گرادو اور اسے میرے پاس

لاؤ۔ چنانچہ لوگوں نے کلہاڑیوں سے اس کے عبادت خانہ کوتوڑ توڑ کر گرادیا اور جریج کی گردن میں رسی ڈال کر چل پڑے۔ راستہ میں بدکار عورتوں کے پاس سے گزر ہوا تو ان کو دیکھ کر مسکرائے۔ اور وہ عورتیں تمام لوگوں کے سامنے اس کو دیکھ رہی تھیں۔

بادشاہ نے کہا کہ: یہ عورت کیا کہہ رہی ہے؟

جریج نے کہا کہ: کیا کہہ رہی ہے؟

بادشاہ نے کہا کہ: یہ عورت کہتی ہے کہ یہ تیرا ہے؟

جریج نے اس عورت سے کہا کہ: کیا تم (واقعی) یہ بات کہتی ہو؟

اس عورت نے کہا کہ: ہاں۔ جریج نے کہا: وہ بچہ کہاں ہے؟

لوگوں نے کہا کہ: وہ بچہ یہی ہے جو اس کی گود میں ہے۔

جریج اس بچہ کو طرف متوجہ ہوئے اور اس سے پوچھا کہ: تمھارا باپ کون ہے؟

بچے نے کہا کہ: گائے چرانے والا۔ (البخاری ۲۷۲۔مسلم ۲۵۵۰)

والدین کے ساتھ حسنِ سلوک سے پیش آنا جہاد کے برابر ہے

◎ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک آدمی بارگاہِ نبوی میں حاضر ہوا اور اس نے کہا کہ میں ہجرت اور جہاد پر آپ ﷺ کی بیعت کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کا طالب ہوں آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تمھارے والدین میں سے کوئی ایک زندہ ہے؟

اس نے کہا کہ: ہاں! دونوں زندہ ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: تو پھر کیا تم اللہ تعالیٰ سے اجر وثواب کے بھی طالب ہو؟

اس نے کہا کہ: جی ہاں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: پھر اپنے والدین کے پاس چلے جاؤ اور ان کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آؤ۔ (الشعب ۱۴/۶۔مسلم ۲۵۴۹)

اور ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ففیھما فجاھد
''یعنی پھر ان دونوں کے ساتھ حسن سلوک کر کے جہاد کرو۔''

(البخاری ۳۰۰۴۔ابو داؤد ۲۵۲۹۔الترمذی ۱۶۷۱)

کیا اولاد اپنے والدین کو صلہ دے سکتی ہے؟

⑨ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''کوئی ولد اپنے والد کو بدلہ (صلہ) نہیں دے سکتا مگر یہ کہ اپنے والد کو غلام پائے، پھر اسے خرید کر آزاد کروائے۔'' (مسلم ۱۵۱۰۔صحیح ابن حبان ۱۶۷/۲)

مصنف رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کو بدلہ اس لیے قرار دیا گیا کہ غلام اگرچہ زندہ ہوتا ہے مگر حکماً معدوم ہوتا ہے کیونکہ ایک آزاد شخص کے احکام اس کو حاصل نہیں ہوتے۔ اس کے تمام حقوق اس کے مالک کے پاس ہوتے ہیں۔اس کا مالک ہی اس کے تمام تصرفات و معاملات کا حق دار ہوتا ہے۔ پس آزاد کرنے والا ایسا ہے جیسے وہ اس (غلام) کو عدم سے وجود میں لانے والا ہے۔اسی طرح وہ ولد پہلے معدوم تھا، باپ اس کے وجود کا سبب بنا اور اسی کی وجہ سے اس کے لیے احکام ثابت ہوئے، اس سے پتہ چلا کہ آزادی ان نعمتوں میں سے افضل نعمت ہے جو کسی کو عطا کی گئیں ہوں۔

⑩ حضرت ابو اسید الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ایک روز ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بنو مسلم کا ایک آدمی آیا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ وفات پا گئے ہیں کیا ان کی وفات کے بعد بھی ان کے حسن سلوک کی کوئی صورت باقی ہے جسے میں پورا کروں؟

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''ہاں، ان کے لئے دعا کرنا ان کے لیے مغفرت مانگنا، اور ان کے (چلے جانے کے بعد) ان کے وعدوں کو پورا کرنا اور اس صلہ رحمی کا خیال

رکھنا جو ان کی وجہ سے ہی کی جاتی ہے اور ان کے دوستوں کا اکرام و احترام کرنا۔"

(ابو داود ۵۱۴۲۔ مسند احمد ۴۹۷/۳)

والدین کو مطعون کرنا کبیرہ گناہ ہے

◎ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کبیرہ گناہوں میں سے سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ آدمی اپنے والدین کو لعن طعن کرے۔" کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ ﷺ بھلا آدمی اپنے والدین کو لعن طعن کیسے کرے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: وہ کسی کے باپ کو لعن طعن کرے تو دوسرا اس کے باپ کو لعن طعن کرے اور وہ دوسرے کی ماں کو لعن طعن کرے تو دوسرا اس کی ماں کو لعن طعن کرے۔" (البخاری ۵۹۷۳۔ مسلم ۹۰)

◎ صحیح مسلم میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وہ آدمی ذلیل ورسوا ہوا، پھر وہ آدمی ذلیل ورسوا ہوا، پھر وہ آدمی ذلیل ورسوا ہوا۔ کسی نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! کون؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ "جس نے اپنے ماں باپ کو یا دونوں میں سے ایک کو بڑھاپے میں پایا، پھر جنت میں (خدمت کر کے) داخل نہ ہوا۔"

(مسلم ۲۵۵۱۔ احمد ۳۴۶/۲)

ماں کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کے ہاں ناپسندیدہ عمل ہے

◎ حضرت مغیرہ ؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بے شک اللہ تعالیٰ نے ماں کی نافرمانی کرنے، غیر کا حق روکنے اور حق دار نہ ہوتے ہوئے سوال کرنے اور بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے سے منع فرمایا ہے اور تمھارے لیے بحث و حجت بازی، زیادہ سوال کرنے اور مال ضائع کرنے کو ناپسند کیا ہے۔"

(البخاری ۲۴۰۸۔ مسلم ۵۹۳)

◎حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں تم کو بڑے بڑے گناہ نہ بتاؤں؟'' ہم نے کہا کہ کیوں نہیں، بتائیں یارسول اللہ ﷺ! آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے ساتھ شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔'' آپ ﷺ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور پھر فرمایا: ''خبردار! جھوٹی بات کہنا اور جھوٹی گواہی دینا، خبردار! جھوٹی گواہی دینا۔'' آپ ﷺ مسلسل فرماتے رہے، یہاں تک کہ میں نے (دل میں) کہا کہ آپ ﷺ خاموش نہ ہوں گے۔''

(البخاری ۲٦٥٤۔مسلم۸۷)

◎حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما فرماتی ہیں کہ جب قریش کے ساتھ معاہدہ ہوا تھا ان دنوں میری والدہ جو کہ اس وقت مشرکہ تھیں، میرے پاس آئیں تو میں نے نبی کریم ﷺ سے پوچھا: یارسول اللہ! میری والدہ میرے پاس آئی ہیں اور وہ رغبت دلاتی ہیں کیا میں ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کروں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ہاں، تم اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔'' (البخاری ۲٦۲۰۔ مسلم ۱۰۰۳۔ ابوداؤد ۱٦٦۸)

قطع رحمی اللہ کی رحمت سے محروم ہونے کا سبب ہے

◎صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضورِ اقدس ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، جب پیدا کر کے فارغ ہوئے تو رحم نے کہا: یہ اس کا مقام ہے جو قطع رحمی سے آپ کی پناہ مانگنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا تم اس پر خوش نہیں ہو کہ جو تجھے جوڑے میں اس کو جوڑوں اور جو تجھے توڑے میں اس کو توڑوں؟ رحم نے کہا کہ کیوں نہیں۔ اے میرے رب! اللہ نے فرمایا: پس وہ تیرے لیے ہے۔'' رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ چاہو تو یہ آیت پڑھ لو:

فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَتُقَطِّعُوْٓا

اَرْحَامَكُمْ ۞ أُولَٰٓئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمٰى أَبْصَارَهُمْ ۞ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْاٰنَ أَمْ عَلٰى قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۞

''اگر تم کنارہ کش رہو تو کیا ممکن ہے کہ تم زمین میں فساد مچادو اور قطع رحمی کرو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت فرمائی ہے، پس اللہ نے ان کو اندھا بہرا کر دیا، کیا وہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے یا ان کے دلوں پر تالے پڑے ہوئے ہیں۔'' [محمد: ۲۲، ۲۳، ۲٤]

آپ ﷺ نے فرمایا کہ: رحم (رشتہ ناطہ) رحمان کی ایک شاخ ہے اللہ تعالیٰ نے رحم سے فرمایا کہ جو تجھے جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا۔''

(البخاری ۵۹۸۸۔ صحیح ابن حبان ۲/ ۱۸۵)

◎ صحیح بخاری میں حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''رشتہ ناطہ توڑنے والا جنت میں داخل نہیں ہوگا۔''

(البخاری ۵۹۸٤۔ مسلم ۲۵۵٦)

صلہ رحمی کی برکات

◎ حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی ہو اور اس کی عمر دراز ہو تو اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے۔'' [1] (البخاری ۲۰٦۷۔ مسلم ۲۵۵۷)

◎ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو ارشاد

[1] یہاں پر ایک مشہور سوال ہے کہ انسان کا رزق اور عمر تو تقدیر میں پہلے سے طے شدہ ہے ان میں کمی بیشی کیسے ہوسکتی ہے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ''یعنی جب وقت اجل آجاتا ہے تو پھر ایک لحہ بھی تقدیم یا تاخیر نہیں ہوتی؟ اس سوال کے علماء نے چند جوابات دیئے ہیں: (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

فرماتے ہوئے سنا کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے والد کے خاندان کے لوگ میرے دوست نہیں ہیں، میرے دوست تو اللہ تعالیٰ اور نیک مومنین ہیں۔ البتہ ان کے ساتھ قرابت داری ہے اور میں اس کا خیال رکھوں گا۔'' (البخاری ۵۹۹۰۔ مسلم ۵۱۹)

◎ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتائیں جو مجھے جنت میں داخل کردے؟

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تم اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو۔''

(البخاری ۱۳۹۶۔ مسلم ۱۳۔ نسائی ٤٦٧)

◎ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ'' کامل صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہے جو صلہ رحمی کے بدلہ میں صلہ رحمی کرے بلکہ کامل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جب اس سے رشتے ناطے توڑے جائیں تو وہ رشتوں اور ناطوں کو جوڑے۔''

(البخاری ۵۹۹۱۔ ابوداؤد ۱٦۹۷)

◎ حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم ﷺ نے حسن بن علیؓ کو بوسہ دیا تو اقرع بن حابس التمیمیؓ جو آپ ﷺ کے پاس ہی بیٹھے ہوئے تھے کہنے لگے کہ

(بقیہ حاشیہ پچھلے صفحہ کا)

(۱) اس سے مراد یہ ہے کہ عمر میں برکت ہو جاتی ہے۔ نیک کاموں کی توفیق ہو جاتی ہے اور اوقات ان کاموں میں صرف ہونے لگتے ہیں۔ جو کام بندے کو آخرت میں نفع دیتے ہیں، ضیاع وقت سے حفاظت ہو جاتی ہے۔

(۲) یہ بات فرشتوں کی نسبت سے فرمائی گئی ہے کہ فرشتوں کو لوحِ محفوظ میں یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ اس کی عمر ساٹھ سال ہوگی، لیکن اگر صلہ رحمی کرے گا تو چالیس سال اس میں بڑھا دیے جائیں گے۔

(۳) اس سے مراد یہ ہے کہ اس کی وفات کے بعد اس کا ذکر خیر باقی اور جاری رہے گا۔ یہ ایسا ہی ہے جیسے وہ فوت ہوا ہی نہیں، اس قول کو قاضی نے نقل کیا ہے اور یہ ضعیف باطل ہے۔ (النووی علی مسلم ١٦: ١١٤۔ ١١٥)

''میرے تو دس بچے ہیں، میں نے کسی کو بوسہ نہیں دیا۔''

نبی کریم ﷺ نے ان کی طرف دیکھا پھر فرمایا: ''جو شخص دوسروں پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔'' (البخاری ۵۹۹۷۔ مسلم ۲۳۱۸)

والدین کے دوستوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم

◎ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کی وفات کے بعد ان کے دوستوں کے ساتھ نیک سلوک کرے۔'' (مسلم ۲۵۵۲۔ ابو داؤد ۵۱۴۳)

ایک مرتبہ حضرت ابن عمرؓ مکہ مکرمہ کے کسی راستہ پر چلے جا رہے تھے کہ ایک دیہاتی آدمی ان سے ملا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اس کو وہ گدھا جس پر خود سوار تھے۔ دے دیا اور سر پر جو عمامہ تھا اتار کر اس کو دے دیا۔ کسی نے ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا یہ دیہاتی لوگ ہیں۔ معمولی چیز پر بھی خوش ہو جاتے ہیں (آپ رضی اللہ عنہ نے یہ کیا کیا) حضرت ابن عمرؓ نے فرمایا کہ میں نے نبیٔ کریم ﷺ سے سنا ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آدمی کا اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا سب سے بڑی نیکی ہے، یہ شخص بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا۔'' (مسلم ۱۵۵۲۔ الترمذی ۱۹۰۳)

ابو الطفیل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ ایک عورت آنحضرت ﷺ کے پاس آئی تو آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک اس کے لیے بچھا دی اور وہ عورت اس پر بیٹھ گئی۔ میں نے (لوگوں سے) پوچھا یہ عورت کون ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ آنحضورؐ کی رضاعی ماں ہے۔ (ابو داؤد ۵۱۴۴۔ مستدرک الحاکم ۱۶۴/۴)

◎ حضرت عمر بن سائب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''مجھے خبر پہنچی ہے کہ (ایک دن) حضور اکرم ﷺ تشریف فرما ہوئے کہ آپ ﷺ کے رضاعی والد آئے تو آپؐ

نے ان کے لیے اپنے کپڑے کا ایک حصہ بچھا دیا جس پر وہ بیٹھ گئے، پھر آپ ﷺ کی رضاعی والدہ آئیں تو آپ ﷺ نے ان کے لئے کپڑے کا دوسرا حصہ بچھا دیا۔ جس پر وہ بیٹھ گئیں، پھر آپ ﷺ کے رضاعی بھائی آئے آپ ﷺ اٹھے اور ان کو اپنے سامنے بٹھا دیا۔'' (ابوداؤد ۵۱۴۵۔ تحفۃ الاحوذی ۲۸/۶)

والدین کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے

◎ دیگر ائمہ کرام نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب کوئی شخص کوئی چیز صدقہ کرنا چاہے اور ارادہ یہ ہو کہ اس صدقہ کا ثواب اس کے (مسلمان) والدین کو پہنچے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں اس صدقہ کا ثواب اس کے والدین کو بھی ملے گا اور اس کو بھی ملے گا اور ان کے اجر میں کوئی کمی نہیں کی جائے گی۔'' (مسند الفردوس ۱۰۹/۴)

◎ ابوعمر الیحصبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی، نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول! میری ایسے عمل کے بارے میں رہنمائی فرمادیں کہ میں اس کو بجالاؤں تو مجھے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے؟ آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تمہارے والد اور والدہ موجود ہیں؟ اس نے کہا کہ جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: پھر والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے سے تمہیں یہ مقام حاصل ہوگا۔''

◎ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''نافرمان سے کہا جائے گا کہ تم جو چاہو عمل کرو میں تمہاری مغفرت نہیں کروں گا اور فرماں بردار سے کہا جائے گا کہ تم جو چاہو عمل کرو میں تمہاری مغفرت ضرور کروں گا۔''

(الحلیۃ ۲۱۶/۱۰۔ الفردوس ۴۵۷/۵)

ماں کی نافرمانی کا بُرا انجام

◎ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ؓ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حضور نبی کریم ﷺ کے پاس بیٹھے تھے کہ ایک آدمی حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ایک نوجوان موت کی کشمکش میں مبتلا ہے، اسے لا الٰہ الا اللہ پڑھنے کو کہا جا رہا ہے مگر وہ یہ کلمہ کہنے کی طاقت نہیں پا رہا ہے، حضور نبی کریم ﷺ اس کے پاس تشریف لائے اور اس سے فرمایا: کہو، لا الٰہ الا اللہ اس نے کہا کہ میں طاقت نہیں رکھتا، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیوں؟ اس نے کہا کہ میرے دل پر قفل لگ گیا ہے، میں جونہی کلمہ پڑھنے کا ارادہ کرتا ہوں تو میرے دل پر قفل لگ جاتا ہے، آپ ﷺ نے اس سے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے کہا کہ میں اپنی والدہ کی نافرمانی کیا کرتا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اس کی ماں کو بلا بھیجا (وہ آئی) تو آپ ؐ نے اس سے فرمایا! تمھارا کیا خیال ہے کہ اگر ایک بہت بڑی آگ بھڑکائی جائے پھر تم سے کہا جائے کہ یا تو اپنے اس بچے کے لیے مغفرت کی دعا کرلو یا اس آگ میں اس کو ڈال دو؟ کیا کروگی؟ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! تب میں اس کے لیے سفارش کروں گی۔

آپ ؐ نے فرمایا:

''پس تم اللہ کو اور مجھے اس بات پر گواہ بناؤ کہ تم اس بچے سے راضی ہو؟'' اس نے کہا کہ اے اللہ! میں تجھے گواہ بناتی ہوں اور تیرے رسول کو گواہ بناتی ہوں کہ میں اس (لڑکے) سے راضی ہوں۔ اس کے بعد حضور ؐ نے اس نوجوان سے فرمایا: اے نوجوان! پڑھو لا الٰہ الا اللہ اس نے پڑھا لا الٰہ الا اللہ وحدہ لاشریک لہ، آنحضور ؐ نے فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے تجھے آتش دوزخ سے نجات عطا فرمائی، تین بار فرمایا۔

(مجمع الزوائد ۸/۱۴۸۔ الترغیب والترھیب ۳/۲۲۶)

جنت ماں کے قدموں تلے ہے

◎ حضرت ابوسعید خدری ؓ راوی ہیں کہ ایک آدمی حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں جہاد میں جانے کے بارے میں مشورہ لینے آیا تو آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تیری والدہ موجود ہے؟ اس نے کہا: جی ہاں!

آپ ﷺ نے فرمایا:

((فان الجنة تحت رجليها))

''یعنی تم اپنی والدہ کی خدمت میں لگے رہو، کیونکہ جنت اس کے قدموں تلے ہے۔'' (المستدرك ١٥١/٤ـ الشعب ١٧٨/٦)

◎ ایک اور شخص بارگاہ رسالت مآب میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کہ آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کروں اور اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں، حضور علیہ السلام نے فرمایا: ان کے پاس واپس جاؤ اور ان کو اسی طرح ہنساؤ جس طرح تم نے ان کو رلایا ہے۔''

(صحيح ابن حبان ١٦٣/٢ـ المستدرك ١٥٢/٤)

◎ حضرت ابوسعید خدری ؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی یمن سے ہجرت کر کے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آنحضور ﷺ نے اس سے پوچھا کہ کیا یمن میں تمھارا کوئی عزیز ہے؟ اس نے کہا کہ میرے والدین موجود ہیں، آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا انہوں نے تمہیں آنے کی اجازت دی تھی؟ اس نے کہا: نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ان کے پاس واپس جاؤ اور اجازت لو، اگر اجازت دے دیں تو جہاد کرو ورنہ ان کی خدمت میں مصروف رہو۔'' (المستدرك ١٠٣/٢ـ ١٠٤)

امام ابوداؤد ؒ نے یہ دونوں حدیثیں اپنی ''سنن'' میں نقل کی ہیں۔

والدین جنت کے دو دروازے ہیں

◎ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اس حالت میں صبح کرے کہ وہ اپنے والدین کو راضی کرنے والا ہو تو صبح کو اس کے لیے دو دروازے جنت کی طرف کھل جاتے ہیں اور جو شخص اس حالت میں شام کرے تو اس صورت میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے اور اگر والدین میں سے ایک کو راضی کرنے والا ہو تو پھر ایک دروازہ کھل جاتا ہے۔'' کسی نے عرض کیا کہ اگر چہ وہ ظلم کریں؟ فرمایا کہ: اگر چہ وہ ظلم کریں، اگر چہ وہ ظلم کریں، اگر چہ وہ ظلم کریں۔'' (الشعب ۲۰۶/۶۔ الفردوس ۶۲۱/۳)

◎ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جنت کی خوشبو پانچ سو سال کی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے لیکن والدین کا نافرمان اور رشتے ناطے توڑنے والا جنت کی خوشبو محسوس نہ کر پائے گا۔ (الترمذی ۱۹۰۹)

والدین کی نافرمانی پر سخت وعید

◎ سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ منبر پر چڑھے تو جب منبر کے پہلے زینے پر پاؤں رکھا تو فرمایا: ''آمین'' پھر دوسرے زینے پر قدم رکھا تو فرمایا: ''آمین'' پھر تیسرے زینے پر قدم رکھا تو فرمایا: ''آمین''۔

جب آپ ﷺ خطبہ دے کر فارغ ہوئے تو لوگوں نے آپ ﷺ سے اس کی وجہ دریافت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''جب میں نے پہلے زینے پر اپنا پاؤں رکھا تو جبرئیل علیہ السلام میرے سامنے آئے اور انہوں نے کہا کہ جس شخص نے اپنے والدین یا ان میں سے ایک کو پایا ہو اور اس کی مغفرت نہ ہو پائی تو اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت) سے دور کر دے۔ آپ کہیں ''آمین'' میں نے کہا کہ ''آمین'' پھر جب میں دوسرے زینے پر چڑھا تو جبرئیل علیہ السلام نے کہا ''جس شخص نے رمضان کا مہینہ پایا پھر بھی

اس کی مغفرت نہ ہوئی اللہ تعالیٰ اس کو (اپنی رحمت سے) دور کر دے۔ آپ ﷺ کہیں ''آمین'' پس میں نے کہا ''آمین'' پھر جب میں نے تیسرے زینے پر قدم رکھا تو انہوں نے کہا کہ جس کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر آئے اور وہ آپ ﷺ پر درود نہ بھیجے اللہ تعالیٰ اس کو (بھی اپنی رحمت سے) دور کر دے۔ آپ ﷺ کہیں ''آمین'' پس میں نے کہا ''آمین''۔'' (صحیح ابن حبان ۱۴۰/۲۔ الطبرانی فی الکبیر ۲۹۱/۱۹)

◎ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: ''ہر چیز ایسی ہے کہ اس کے اور اللہ کے درمیاب ایک حجاب ہے مگر لا الہ الا اللہ کی گواہی اور والدین کی دعا اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہے۔'' (الفردوس ۲۵۲/۳۔ فیض القدیر ۵۲/۵)

والدین کا نافرمان اللہ کی نظر کرم سے محروم

◎ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''چار اشخاص ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز ان پر نظر کرم نہیں فرمائیں گے ایک والدین کا نافرمان، دوسرا احسان جتانے والا، تیسرا شراب نوشی کا عادی اور چوتھا تقدیر کا منکر۔'' (الطبرانی فی الکبیر ۲۴۰/۸)

◎ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جنت ماؤں کے قدموں کے تلے ہے۔'' (مسند الشہاب ۱۰۲/۱۔ المقاصد للسخاوی ۲۸۷)

◎ سنن ابی داؤد میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میری ایک بیوی تھی، جس سے میں محبت کرتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ (کسی شرعی بنیاد پر) اس کو پسند نہیں کرتے تھے، انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اس کو طلاق دے دو، میں نے انکار کیا، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور ساری بات آنحضور ﷺ سے ذکر کی تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ اس کو طلاق دے دو۔'' (مسند احمد ۲۰/۲۔ صحیح ابن حبان ۱۷۰/۲۔ مستدرک الحاکم ۱۹۷/۲)

حقوقِ والدین سے متعلق اسلاف کے آثار

والدین کی بے احترامی کا نقصان

مروی ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام کے آنے پر کھڑے نہیں ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف یہ وحی بھیجی کہ: ''تم اپنے والد کے احترام میں کیوں کھڑے نہیں ہوئے؟ مجھے اپنی عزت کی قسم! میں تمھاری پشت سے کوئی نبی پیدا نہیں کروں گا۔ (الاحیاء ۲/۱۹۳)

مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف یہ وحی بھیجی کہ: ''اے موسیٰ! جو شخص اپنے والدین کی فرماں برداری کرتا ہو اور میری فرماں برداری نہ کرتا ہو تو میں اس کو فرماں بردار لکھوں گا اور جو شخص میری فرماں برداری کرتا ہو اور اپنے والدین کی نافرمانی کرتا ہو تو میں اس کو نافرمان لکھوں گا۔'' ❋ (ایضاً)

باپ کی فرماں برداری کا بے مثال واقعہ

زبیر بن بکار رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بڑے بیٹے تھے اور یہی وہ شخص ہیں جو (ہجرت کے موقع پر) غارِ ثور میں آنحضرت ﷺ اور اپنے والد ماجد کے پاس آیا جایا کرتے تھے اور طائف کی لڑائی میں ان کو ایک تیر لگا

❋ یہ بات اس آیت کریمہ کے خلاف ہے، ارشاد ہے:
وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ''اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ والدین کی فرماں برداری بھی اللہ تعالیٰ ہی کی فرماں برداری کی ایک قسم ہے۔ از محقق

تھا جس کی تاب نہ لاتے ہوئے وصال نبوی ﷺ کے بعد مدینہ منورہ میں شہادت کی موت نصیب ہوئی۔ ان کی بیوی کا نام عاتکہ بنت زید تھا۔ جس سے وہ بے حد محبت کیا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے انہیں حکم دیا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس صورت حال پر چند اشعار بھی کہے تھے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جب اصرار کیا تو حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اپنی اس بیوی کو طلاق دے دی، اس پر بھی انہوں نے چند اشعار کہے جنہیں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے سنا اور بڑے پسیجے۔ جب حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی وفات ہوئی تو ان کی بیوی عاتکہ بنت زید نے ان کی وفات پر مرثیہ بھی پڑھا تھا۔ پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان سے نکاح کرلیا۔

مروی ہے کہ محمد بن طلحہ السجاد رحمۃ اللہ علیہ جو جنگ جمل میں اپنے والد حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی اطاعت کی بنا پر ان کی صف میں تھے لیکن ان کی دلی خواہش حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ تھی۔ اس لڑائی میں ان کے والد، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے ان کو کہا کہ جھنڈا لے کر آگے بڑھو! چنانچہ محمد بن طلحہ میدان میں اترے تو اس لڑائی میں قتل ہو گئے، حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ان کی نعش کے پاس سے گزر ہوا تو فرمایا:

السجاد ورب الكعبة! هذا الذى قتله برّابيه

"رب کعبہ کی قسم! سجاد وہ شخص ہے جو اپنے باپ کی فرماں برداری کی وجہ سے قتل ہو گئے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں کو ان کے قتل کرنے سے منع کیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ اس کالی ٹوپی والے، یعنی محمد بن طلحہ رضی اللہ عنہ کو قتل کرنے سے اجتناب کرو، لیکن کعب بن مدلج اسدی نے ان کو قتل کر دیا۔ ❁

❁ عربی اشعار کے لیے دیکھیے: (فتح البارى ۵۵٤/۸ ـ طبقات ابن سعد ٥٤/٥ ـ تاریخ الطبرانی ۵۱/۳)

ماں باپ کی رضا مندی میں رحمان کی رضا مندی ہے

حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا، ''بیٹا! جو اپنے ماں باپ کو راضی کرتا ہے وہ حقیقت میں رحمان کو راضی کرتا ہے اور جو ان کو ناراض کرتا ہے وہ حقیقت میں رحمان کو ناراض کرتا ہے۔ بیٹا یاد رکھو! والدین جنت کا ایک دروازہ ہیں، پس اگر وہ راضی ہوئے تو تم جنت میں جاسکو گے ورنہ وہاں پر روک لیے جاؤ گے۔''

حضرت ذر رحمۃ اللہ علیہ جو وقت کے بڑے ولی تھے، جب ان کا انتقال ہو گیا تو ان کے والد حضرت عمر رحمۃ اللہ علیہ نے بارگاہ الٰہی میں یوں دعا کی کہ: ''اے اللہ میرے بیٹے سے میری جو حق تلفی ہوگئی ہو یا اس میں کوئی کوتاہی ہوگئی ہو میں اس کو معاف کرتا ہوں، پس تو بھی اس کو اپنے واجب حقوق میں سرزدشدہ کوتاہیاں معاف کر دے۔''

کسی نے ان کے والد سے پوچھا کہ: آپ کے بیٹے کا آپ کے ساتھ رہن سہن کیسا تھا؟ انہوں نے کہا کہ رات کے وقت میرے ہمراہ چلتے تو میرے آگے آگے چلتے اور دن کے وقت میرے ساتھ چلتے تو میرے پیچھے پیچھے چلتے اور جس چھت کے نیچے میں موجود ہوتا اس چھت پر بھی نہ چڑھتے۔''

والدہ کی راحت کا خیال

حضرت زید بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ کے کسی بیٹے کے بارے میں منقول ہے کہ وہ اپنی والدہ کے ساتھ ایک دسترخوان پر کھانا نہیں کھاتے تھے، کسی نے اس کی وجہ دریافت کی تو فرمایا کہ میں ڈرتا ہوں کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میرا ہاتھ اس چیز کی طرف پہلے نہ بڑھ جائے جس چیز پر والدہ کی نظر پڑے اور میں اس طرح ان کا نافرمان بن جاؤں۔''

حضرت عروہ بن الزبیر حالت سجدہ میں یوں دعا کیا کرتے تھے: ''اے اللہ!

زبیر بن العوام رضی اللہ عنہ اور اسماء بنت ابوبکر رضی اللہ عنہما کی مغفرت فرما۔"

(مصنف عبدالرزاق ٢/٤٤٦ ـ شعب الایمان ٦/٢٠١)

فقیہ و قاضی ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ نماز کے بعد دعا میں یوں کہا کرتے تھے: "اے اللہ! میرے ماں باپ اور ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی مغفرت فرما۔"

حضرت اسد بن فرات رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: "میں اپنے والدین کے ساتھ علی بن زیاد کیلئے بھی اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتا ہوں کیونکہ علی بن زیاد میرے پہلے استاد ہیں جن سے میں نے علم سیکھا۔"

والدہ کا احترام

طلق بن حبیب رحمۃ اللہ علیہ جو علماء اور عابدین میں سے تھے، اپنی والدہ کا سر چومتے تھے اور والدہ کے احترام میں اس گھر کی چھت کے اوپر نہیں چلتے تھے جس گھر کے نیچے ان کی والدہ موجود ہوتیں۔

ابن قاسم رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں منقول ہے کہ ایک روز امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب "الموطاء" ان کے سامنے پڑھی جارہی تھی کہ وہ اچانک کھڑے ہو گئے اور کافی دیر کھڑے رہے، پھر بیٹھ گئے، کسی نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میری والدہ نیچے اتری تھیں اور انہوں نے کسی کام کے بارے میں مجھ سے پوچھا تو وہ کھڑی تھیں، اس لیے میں بھی کھڑا ہو گیا، جب وہ اوپر چلی گئیں تو میں بیٹھ گیا۔

والد کی خدمت کا بے مثال واقعہ

فضل بن یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد کے بڑے فرماں بردار تھے، ان کی فرماں برداری کا ایک واقعہ ہے کہ باپ بیٹا دونوں ایک بار جیل میں بند تھے، ان کے والد یحییٰ گرم

پانی سے ہی وضو کرتے تھے، جیلر نے سرد رات میں لکڑیاں اندر لانے سے منع کر دیا، جب یحییٰ رحمۃ اللہ علیہ سو گئے تو ان کے بیٹے فضل اٹھے اور لکڑی کا ایک پیالہ لیا اور اس میں پانی بھر دیا، پھر اس پیالے کو چراغ کے قریب کر کے کھڑے ہو گئے، ساری رات یوں ہی کھڑے رہے کہ وہ پیالہ ان کے ہاتھ میں تھا۔ (عیون الاخبار ۹۸/۳)

حضرت عبداللہ بن الزبیر رضی اللہ عنہ کے بیٹے حضرت عامر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میرے والد کا انتقال ہوا تو میں ایک سال تک اللہ تعالیٰ سے ان کی مغفرت کا ہی سوال کرتا رہا۔

بعض علماء فرماتے ہیں: ''جو شخص اپنے باپ کی توقیر و احترام کرتا ہے اس کی عمر دراز ہوتی ہے اور جو اپنی ماں کی تعظیم کرتا ہے وہ خوش کن بات دیکھتا ہے اور جس نے ان کو تیز نگاہ سے بھی دیکھا اس نے ان کی نافرمانی کی۔'' (فیض القدیر ۳۳/٤)

امام حیوہ بن شریح رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ تھا کہ: ''وہ اپنے حلقہ میں بیٹھے لوگوں کو تعلیم دے رہے ہوتے اور اس دوران ان کی والدہ ان سے فرماتیں کہ اے حیوہ! اٹھو، اور مرغیوں کو دانہ ڈالو تو وہ تعلیم کو چھوڑ کر اس کام میں لگ جاتے تھے۔''

مروی ہے کہ ایک عورت نے اپنے بیٹے کو بلایا، بیٹے نے اپنی ماں کی بات کا جواب نہیں دیا اور ماں نے اسے بددعا دی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے کو گونگا کر دیا۔

ماں سے عہد کی پاسداری

ابو عبداللہ بن مسلم الاصولی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ انہوں نے فرمایا: ''جب میں نے یمن کے لیے رخت سفر باندھا تو میری ماں کی نصیحتوں میں سے ایک نصیحت یہ تھی کہ انہوں نے فرمایا: ''میں تجھے خدا تعالیٰ کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ جس رات بھی چاند آسمان کے وسط میں ہو تم اس چاند کو دیکھنے کا قصد کرنا، کیوں کہ میں اس حالت میں

تیرے اشتیاق میں اس کی طرف دیکھوں گی تو ہوسکتا ہے کہ میری نظر تیری نظر پر پڑے اور میرا سینہ ٹھنڈا ہو، ابوعبداللہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنی ماں کے اس عہد کو پورا کیا اور ہر ایسی رات میں ایسا کرتا تھا۔''

امیہ بن اسکر رحمۃ اللہ علیہ وہ شخص ہیں جنہوں نے دور جاہلیت اور دور اسلام دونوں کو پایا ہے، ان کا ایک بیٹا تھا جس کا نام ''کلاب'' تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو ''ایلہ'' کا گورنر بنایا تھا، باپ کو بیٹے سے ملنے کا اشتیاق ہوا تو انہوں نے چند اشعار کہے۔

(دیکھیے: الاصابۃ ۱/ ۱۱۵)

وہ اشعار جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو سنائے تو ان کا دل بڑا پسیجا اور ''کلاب'' کو بلا کر اس کے سامنے والد کے ساتھ حسن سلوک کا ذکر کیا، کلاب اپنے والد کے لیے دودھ دوہا کرتا تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے کہا کہ دودھ دوھ کر لاؤ! چنانچہ وہ دودھ دوھ کر لایا، اس کا باپ امیہ بھی موجود تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو دودھ پلایا تو وہ کہنے لگا کہ مجھے اس دودھ سے کلاب کے ہاتھوں کی خوشبو آرہی ہے، (یہ سن کر) حضرت عمر رضی اللہ عنہ رو پڑے اور فرمایا: یہ کلاب ہے پھر اسے گلہ لگا لیا اور کلاب سے فرمایا کہ تم اپنے ماں باپ کی خوب اطاعت اور خدمت کرو۔''

حافظ مقدسی رحمۃ اللہ علیہ کا حصولِ علم پر اپنی والدہ کی خدمت کو ترجیح دینا

منقول ہے کہ شیخ الاسلام نصر بن ابی حافظ المقدسی رحمۃ اللہ علیہ جب علم کی تلاش میں بیت المقدس سے فقیہ امام کازرونی کے پاس میافارقیں (شہر عراق) جانے کے لئے عازم سفر ہوئے تو جب ان کے پاس پہنچے تو امام کازرونی رحمۃ اللہ علیہ نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کی والدہ باحیات ہیں؟

انہوں نے کہا: جی ہاں! انہوں نے پوچھا کہ کیا والدہ سے آپ نے اجازت لی

تھی؟ انہوں نے کہا کہ نہیں، امام کازرونی رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: خدا کی قسم! میں تمہیں ایک لفظ بھی نہیں پڑھاؤں گا جب تک کہ تم واپس جا کر ان سے اجازت حاصل نہ کرلو اور انہیں راضی نہ کرلو، نصر بن ابی حافظ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں اپنی والدہ کے پاس واپس آیا اور مرتے دم تک ان کی خدمت میں مصروف رہا، ان کے انتقال کے بعد علم کی تلاش میں نکلا۔

امام کازرونی، علم و زہد و تقویٰ میں امام تھے، طلبہ کی کثیر تعداد سے فیض حاصل کرنے آتی تھی جو بعد میں قابل اقتدا فقیہ اور امام بنے۔ ان طلبہ میں سے ہمارے استاد محمد بن احمد الشاشی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو۔ استاد محمد بن احمد ان (کازرونی رحمۃ اللہ علیہ) کے شاگردوں میں سے تھے اور وہ اپنے استاذ کے علم و ورع کی تعریف کیا کرتے تھے۔

والدہ کی بے قراری

مروی ہے کہ امام کنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ اپنی والدہ سے حج پر جانے کی اجازت لی تو والدہ نے انہیں اجازت دے دی تو وہ سفر حج کے لیے روانہ ہو گئے، کسی جنگل میں ان کے کپڑوں کو پیشاب لگا تو (دل میں) کہنے لگے کہ اس کی وجہ یہ ہے کہ میری حالت میں کوئی خلل (خرابی) موجود ہے، چنانچہ واپس آ گئے، گھر کا دروازہ کھٹکھٹایا تو والدہ نے دروازہ کھولا تو دیکھا کہ ان کی والدہ دروازہ کے پیچھے بیٹھی ہوئی ہیں، والدہ سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں بیٹھی ہیں؟

والدہ نے جواب دیا: ''جب سے تم سفر پر روانہ ہوئے میں نے عزم کرلیا کہ میں اس جگہ سے نہیں ہٹوں گی جب تک کہ تجھے دیکھ نہ لوں۔''

یعقوب علیہ السلام کا بیٹے کی یاد میں غمناک ہونا

حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے بیٹے حضرت یوسف علیہ السلام پر اسی سال تک روتے رہے۔ یہاں تک کہ ان کی بینائی بھی چلی گئی، ہر وقت اپنے بیٹے کا ذکر کرتے تھے حتی کہ دوسرے بیٹے اس پر ان کو عار دلاتے تھے، کہتے تھے کہ:

تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوسُفَ [یوسف:۸۵]

''یعنی آپ یوسف کے ذکر اور اس کی محبت سے باز نہیں آئیں گے۔ اور اس کے تذکرے سے تھکتے نہیں ہیں۔''

((حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ))

''یہاں تک کہ آپ کے جسم اور عقل میں خرابی پیدا ہو جائے گی یا پھر آپ اس طرح ختم ہی ہو جائیں گے۔''

یہی وجہ ہے کہ کسی کا مقولہ ہے ''الاب جالب و الاخ سلاب'' یعنی ''باپ میں جلب کی اور بھائیوں میں سلب کی صفت ہوتی ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے یعقوب علیہ السلام کے جواب کو نقل کیا ہے، ارشاد فرمایا:

وَ تَوَلّٰى عَنْهُمْ وَقَالَ يٰٓاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ۝ [یوسف: ۸۴]

یعنی یعقوب علیہ السلام نے ان سے اعراض کیا اور فرمایا کہ ہائے غم اور افسوس یوسف پر اور غم سے ان کی آنکھیں سفید ہو گئیں اور وہ اس غم سے لبریز تھے، اس سے مراد ان کا آشوب چشم میں مبتلا ہونا ہے۔

امام مقاتلؒ کا قول ہے کہ ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ جب یعقوب علیہ السلام کا یوسف علیہ السلام کے بارے میں غم و حزن شدت اختیار کر گیا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف

وحی فرمائی کہ:

''اے یعقوب! کیاتم میرے سوادوسرے پرافسوس کرتے ہو؟اور میں یوسف کونہیں لوٹاؤں گا یہاں تک کہ تم اسے بھول جاؤ گے۔'' ●

حضرت قتادہ رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے دل میں ہی کڑھتے رہتے تھے اور زبان سے کوئی بری بات نہیں نکالتے تھے، ہروقت اچھی بات ہی زبان سے نکالتے تھے۔

میں یوسف علیہ السلام کی خوشبو محسوس کرتا ہوں

انبیاء کرامؑ روئے ارض پر موجود تمام لوگوں سے زیادہ نیک، برگزیدہ اور عقل و دانش میں سب سے کامل اور صبر وضبط میں سب سے قوی ہوتے ہیں۔ اور اپنے زمانہ میں یعقوب علیہ السلام جیسا (خدا کا برگزیدہ پیغمبر) کوئی نہ تھا جو اپنے بیٹے کے غم میں اتنے مبتلا ہوئے کہ ان کی بینائی بھی جاتی رہی، جب انہوں نے اپنے غم وحزن کا اظہار کیا ہے تو جو ان سے کم درجہ کے ہیں ان کے متعلق کیا گمان ہوسکتا ہے؟ یعقوب علیہ السلام کا حال قابل تعجب ہے کہ جس وقت ان پر مصیبت کا نزول ہوا تو برادران یوسف نے ان سے کہا ''اَكَلَهُ الذِّئْبُ ''یعنی اسے بھیڑیا کھا گیا ہے تو انہوں نے ایک عرصہ تک یوسف کی خوشبو کو محسوس نہ کیا لیکن جب آزمائش کے دن ختم ہوئے اور وصال و ملاقات کے دن قریب آنے لگے تو وہ مصر سے آٹھ راتوں کی مسافت سے ان کی خوشبو کو محسوس

● یہ بھی امام مقاتل کی ایک عجیب بات ہے کہ وہ یوں کہتے ہیں کہ:''ہمیں یہ خبر پہنچی ہے کہ اتنے ادوار کے درمیان میں حائل ہونے کے باوجود انھیں یہ خبر کہاں سے پہنچی؟ غم وحزن تو ایک فطری امر ہے اس پر خدائی عتاب کیسے ممکن ہے؟ کیا ہمارے نبی ﷺ کو اپنے صاحبزادہ حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کی وفات پر غم نہیں ہوا؟ کوئی انسان اس فطری امر سے خالی نہیں ہے۔ از محقق

کرنے لگے۔اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيرُ قَالَ أَبُوهُمْ إِنِّي لَأَجِدُ رِيحَ يُوسُفَ

''جب قافلہ روانہ ہوا تو ان کے والد کہنے لگے کہ میں یوسف کی خوشبو کی

کومحسوس کرتا ہوں۔'' [یوسف:۹٤]

یعقوب علیہ السلام کا حال عبرت آموز ہے

اللہ تعالیٰ کی قدرت کا ظہور اسی طرح ہوا کرتا ہے۔جس نے اولاد کی جدائی اور احباب کے فراق کا کڑوا گھونٹ نہ پیا ہو اور یہ نہ جانتا ہو کہ اولاد، ماں باپ کے لئے گوشہ جگر اور دل کا ٹکرا ہوتی ہے، اسے چاہئے کہ یعقوب علیہ السلام کے حالات سے عبرت ونصیحت حاصل کرے جن کی عمر سو سال سے تجاوز ہوگئی ہے اور وہ عمر رسیدہ ہو چکے ہیں، غم وحزن میں ان کی آنکھیں (بینائی) ختم ہوگئی،لیکن جب بیٹے کا پیرھن انہیں اوڑھایا گیا تو بینائی واپس آگئی۔

یعقوب علیہ السلام کا حال تعجب خیز ہے جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں ایک نشانی بنایا، جب ہوا چلتی ہے تو چراغ بجھ جاتا ہے جیسے یعقوب علیہ السلام کا خیال تھا کہ ان کا چراغ گل ہوگیا، بینائی جاتی رہی، پھر کرتے کی ہوا ان پر چلی تو پھر سے بینا ہو گئے۔

(مصنف کہتے ہیں کہ) جب میں نے یہ نکتہ اپنے ایک بھائی سے ذکر کیا تو وہ کہنے لگا کہ: ''میں یوسف اور میری ماں یعقوب ہے'' (یعنی میرا اور ان کا حال ایسا ہی ہے) میں نے اس سے کہا کہ وہ کیسے؟ اس نے کہا کہ ایک بار میں نے اپنی والدہ سے حج پر جانے کی اجازت مانگی تو انہوں نے اجازت دی، پھر میرے شوق اور فراق میں رونے لگیں یہاں تک کہ ان کی بینائی ختم ہوگئی، جب میں حج سے واپس آیا تو میں نے دیکھا کہ وہ میرے غم وفراق میں نابینا ہو چکی ہیں، میرے آنے پر اللہ تعالیٰ نے ان کی

بینائی پہلے کی طرح لوٹا دی۔

مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ اسی امت (محمدیہ) کی خصوصیت ہے کہ نزول مصیبت کے وقت صرف اس امت کو استرجاع (اناللہ پڑھنا) کی صفت عطا فرمائی گئی ہے، غور کرو کہ اگر یعقوب علیہ السلام کو یہ صفت حاصل ہوتی تو وہ **یٰٓاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ** [یوسف: ۸٤] نہ کہتے۔

والدین کی فرماں برداری کا صلہ

والدین کی فرماں برداری کے متعلق ایک عجیب اسرائیلی روایت ذکر کی جاتی ہے کہ: ''بنی اسرائیل کا ایک آدمی تھا، وہ اپنے ماں باپ کا بڑا فرماں بردار تھا، اپنے والد کا اتنا فرماں بردار تھا کہ اس نے ایک آدمی سے پچاس ہزار درہم کا ایک موتی خریدا جس کی قیمت اس کے پاس موجود مال سے کہیں زیادہ تھی۔ اس نے فروخت کنندہ سے کہا کہ میرے والد سو رہے ہیں اور صندوق کی چابی ان کے سر کے نیچے رکھی ہے، جب وہ بیدار ہوں گے تو میں آپ کی قیمت ادا کر دوں گا، بائع نے کہا: نہیں، تم ان کو بیدار کرو، اس (بیٹے) نے کہا کہ میں ایسا نہیں کر سکتا، البتہ میں تمہیں دس ہزار زیادہ دیتا ہوں، ان کے بیدار ہونے تک تم مجھے مہلت دے دو، اس آدمی (بیچنے والا) نے کہا کہ اگر تم ان کو جگاؤ اور مجھے نقد ادا کر دو تو میں دس ہزار کم کر دوں گا، بیٹے نے کہا کہ اگر ان کے بیدار ہونے تک تم مجھے مہلت دے دو تو میں تمہیں بیس ہزار زیادہ دوں گا، بائع مان گیا، بیٹے نے اپنے والد کو نہیں جگایا، اس کا انجام یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے باپ کی فرماں برداری اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی وجہ سے اس کے بیٹے پر یہ فضل اور کرم کیا کہ وہ گائے اسی کے پاس دستیاب ہو سکی جس گائے کا اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم میں ذکر کیا ہے کہ:

بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ [البقرہ: ٦٩]

نیز فرمایا:

لَا ذَلُولٌ تُثِيرُ الْأَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ مُسَلَّمَةٌ لَا شِيَةَ فِيهَا [البقرہ: ۷۱]

''ایسی گائے کہ جس کا رنگ گہرا زرد ہو، دیکھنے والوں کو خوش کرتا ہو۔ اور وہ گائے ایسی ہو کہ اسے زمین میں ہل چلانے کے لیے جوتا نہ گیا ہو اور اس سے زراعت کی آبپاشی کا کام بھی نہ لیا جاتا ہو، ہر عیب سے سالم ہو اور اس میں کوئی داغ نہ ہو۔''

اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو ایسی گائے کے ذبح کرنے کا حکم دیا جس میں یہ تمام اوصاف موجود ہوں اور وہ گائے اسی آدمی کے پاس ملی، چنانچہ بنی اسرائیل نے وہ گائے سونے سے بھرے چمڑے کے عوض اس سے خریدی۔ نیک لوگوں کا دنیا میں بھی ایسا ہی حسنِ انجام ہوا کرتا ہے۔ ❁

والدہ کی رضامندی کو ترجیح دی

نیز مروی ہے کہ خریدار نے اس سے وہ گائے خریدی لیکن اس (بائع) نے شرط رکھی کہ میں تین دینار کے عوض بیچتا ہوں مگر میں اپنی والدہ کی رضامندی معلوم کر لوں، خریدار نے کہا کہ تم والدہ سے نہ پوچھو میں تمہیں چھ دینار دینے کے لیے تیار ہوں، بائع نے اس سے کہا کہ اگر تم مجھے اس کے عوض گائے کے وزن کے برابر سونا بھی دو گے تو میں والدہ کی رضامندی کے بغیر اسے نہیں لوں گا، پھر جب اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو

❁ ''اسرائیلیات'' ایک اسلامی اصطلاح ہے اور مراد وہ احکامات اور روایات ہوتی ہیں جو یہود سے منقول ہیں۔ اہل علم کے ہاں اس کا حکم یہ ہے کہ جو روایت ہماری شریعت کے مطابق ہوگی اس پر ہم عمل کریں گے اور جو مخالف ہوگی اس کو رد کریں گے اور جس کے بارے میں ہماری شریعت خاموش ہو اس پر توقف کیا جائے گا۔ اس کی نہ تصدیق کی جائے گی اور نہ تکذیب۔ (دیکھیے: تفسیر القرطبی: ۳۳۸/۷)

گائے ذبح کرنے کا حکم دیا تو ایسی صفات کی حامل گائے اس کے پاس ہی دستیاب ہوئی، چنانچہ اس نے وہ گائے چمڑے سے بھرے سونے کے عوض فروخت کی۔

مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ سے اصحاب اعراف کے بارے میں دریافت کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''ان سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے جہاد فی سبیل اللہ کیا لیکن ماں باپ کی نافرمانی کی وجہ سے جنت میں جانے سے روک دیے گئے، پس وہ جنت میں سب سے آخر میں جائیں گے۔''

(تفسیر الطبری ۱۹۲/۸ ۔ الطبرانی فی الصغیر ۳۹۸/۱)

◎ شیخ فرماتے ہیں کہ اگر اس روایت کی سند صحیح ہو تو حضور اکرم ﷺ کے اس فرمان: ''لا يدخل الجنة قاطع'' کا یہی مطلب ہوگا جو اوپر بیان ہوا۔

(واللہ اعلم بصحته)

حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا اولاد کے متعلق عجیب قول

منقول ہے کہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بچہ کی ولادت ہوئی تو ان کے کسی مصاحب نے مبارک باد دیتے ہوئے کہا کہ:

((بارك الله لك في هبته وزادك))

''اللہ تعالیٰ عطا کردہ اس نعمت میں برکت عطا کرے اور اس میں اضافہ فرمائے۔''

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ''ہر حسنہ (نیکی) پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے اور ہم اللہ تعالیٰ سے ہر نعمت میں اضافہ کی دعا کرتے ہیں اور ایسی اولاد کے لئے کوئی خوش آمدید نہیں جو میری تنگدستی میں مجھے تعب وتھکان میں مبتلا کر دے اور مالداری میں مجھے ذہول میں مبتلا کر دے۔''

سیدنا مصعب بن الزبیر ؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنے مشائخ کو مدینہ میں یہ کہتے ہوئے دیکھا ہے کہ وہ کہا کرتے تھے: ''ماں باپ کے ساتھ مودّت (حسن سلوک) اولاد کی قرابت (تعلق) کا سبب ہوتی ہے۔''

وفات کے بعد حسنِ سلوک کی صورت

سیدنا ابو بردہ ؓ فرماتے ہیں:

''میں مدینہ منورہ میں آیا تو حضرت ابن عمرؓ میرے پاس آئے، اور فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو کہ میں تمھارے پاس کیوں چلا آیا؟ میں نے کہا کہ مجھے نہیں معلوم، فرمانے لگے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ: ''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ وہ قبر میں بھی اپنے باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرے تو اسے اپنے باپ کے وصال کے بعد اس کے بھائیوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنا چاہیے۔'' میرے والد ''حضرت عمر ؓ'' اور تمھارے والد کے درمیان اخوت و مودّت کا تعلق تھا، اس لیے میں نے چاہا کہ میں اس تعلق کو جوڑوں۔

(صحیح ابن حبان ۱۷۵/۲ ۔مسند ابی یعلی ۳۷/۱۰)

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان ؓ نے حضرت عباس ؓ سے حضرت علی ؓ کی شکایت کی تو حضرت عباس ؓ نے فرمایا: ''میں ان کے لیے ایسا ہوں جیسے نافرمان بیٹے کا باپ ہوتا ہے کہ اگر زندہ ہو تو وہ اس کی نافرمانی کرتا ہے اور فوت ہو جائے تو اسے دکھ پہنچاتا ہے۔'' (عیون الاخبار لا بن قتیبة ۹۲/٤)

وہ فرمایا کرتے تھے: ''نافرمانی کرنا اس کے لیے موت و ہلاکت ہے جو اولاد سے محروم نہ ہو۔'' (ایضاً)

رشتے داروں کی موت کی حقیقت

ایک شخص نے اپنے والد سے کہا کہ ابا جان! آپ کے عظیم حقوق میرے معمولی حقوق کو ختم نہیں کر سکتے ہمارے تعلقات بھی ایک جیسے ہیں لیکن پھر بھی میرا یہ گمان نہیں ہے کہ ہم ایک درجے کے ہیں۔'' (ایضاً)

ایک آدمی نے عبید اللہ بن ابی بکرہؒ سے کہا کہ آپ اولاد کی موت کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ان کی موت ایک ملک حادث ہے (یعنی ثواب کا باعث ہے جسے باپ حاصل کر سکتا ہے جبکہ وہ اس پر صبر سے کام لے) اس نے پوچھا کہ بیوی کی موت کو آپ کیسا دیکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ اس کی موت نئی شادی اور دلہن ہے۔ (یعنی اس کے بعد ارادہ ہو تو شادی کر سکتا ہے) اس نے پوچھا کہ بھائی کی وفات کو آپ کیسا دیکھتے ہیں؟ انہوں نے کہا کہ بھائی کی وفات بازو کا کٹ جانا ہے۔ اس نے پوچھا کہ بچہ کی موت کو کیسا دیکھتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا کہ اس کی موت ایک دلی صدمہ ہے جس کی تلافی نہیں ہو سکتی۔

ہمارے استاذ امام باجی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ اولاد کے لیے بہترین ماں باپ وہ ہیں جن کی اولاد سے محبت، تقصیر (کوتاہی) کا سبب نہ بنتی ہو اور ماں باپ کے لیے بہترین اولاد وہ ہے جن کی تقصیر ماں باپ کی نافرمانی کا سبب نہ بنتی ہو۔

حسن سلوک اور شکر گزاری

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَى وَهْنٍ وَّفِصَالُهُ فِي عَامَيْنِ أَنِ اشْكُرْ لِي وَلِوَالِدَيْكَ إِلَيَّ الْمَصِيرُ۝

''اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے متعلق (اطاعت وخدمت کی) تاکید کی ہے، اس کی ماں نے ضعف پرضعف اٹھا کر اس کو پیٹ میں رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھوٹتا ہے کہ تو میرے اور اپنے ماں باپ کی شکر گزاری کیا کر، میری ہی طرف لوٹ کر آنا ہے۔'' (لقمان: ۱٤)

اللہ تعالیٰ نے اولاد کو اپنے والدین کی شکر گزاری کا حکم دیا ہے اور اپنی شکر گزاری کے ساتھ ان کی شکر گزاری کا ذکر کیا، یہ والدین کے ساتھ شکر گزاری کے حکم کی انتہا ہے۔

ایک سوال اور اس کا جواب

اگر کوئی شخص سوال کرے کہ ''شکر'' تو منعم کی نعمت کے اعتراف کرنے کا نام ہے، لہٰذا جب اولاد اپنے والدین کی نعمت کا اعتراف کرلے اور ان دونوں کی تعریف بیان کردے تو وہ مذکورہ آیات کے حکم پر عمل کرنے والا ہوگا، خواہ وہ والدین سے الگ اور علیحدہ ہو جائے اور کہیں دور چلا جائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ مذکورہ آیت سے یہ بات بخوبی معلوم ہوتی ہے کہ والدین کی رضامندی کے بغیر ان سے فراق کی راہ اختیار کرنا ممنوع ہے۔ اس امر کی وضاحت اسی صورت میں ہوسکتی ہے جب ہم پہلے ''شکر''

کی حقیقت پر بحث کرلیں۔

لفظِ شکر کی تحقیق

جاننا چاہیے کہ ''شکر'' کا لفظ عرب کے قول ''دابة شكور'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی ہے تھوڑے چارے سے موٹا تازہ ہو جانے والا۔ اسی طرح عرب کا قول ہے ''ناقة شكور'' یعنی وہ اونٹنی جس کے تھن دودھ سے لبریز ہوں، اور ''النبتة شكور'' یعنی ایسی نباتات جس کے لیے تھوڑا پانی کافی ہو اور وہ اسی پر نشوونما پائے۔

حدیث یاجوج و ماجوج میں یہ الفاظ آئے ہیں:

((وان دواب الارض لتسمن و تشكر شكرا من لحومهم و دمائهم))

''یعنی زمین کے چوپائے ان کے گوشت اور خون سے موٹے تازے ہوں گے۔'' (مستدرك الحاكم ٤/٤٨٨)

اسی طرح ''شكير الزرع'' کا لفظ استعمال ہوتا ہے جس کا معنی ہے پہلے پہل اگی ہوئی کونپل یا درخت کی جڑ کے اردگرد اگنے والے پتے وغیرہ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ''شکر'' کے لفظ میں ایک خاص قسم کے مفہوم کی زیادتی ہے۔

اصولیین کے نزدیک ''شکر'' کے لفظ کیا معنی ہیں؟ اس کے متعلق علماء فرماتے ہیں کہ ''شکر'' کہتے ہیں منعم کی نعمت کا عاجزی کے طریقہ پر اعتراف کرنا۔ بعض علماء نے شکر کی یہ تعریف کی ہے کہ شکر نام ہے محسن کا اس کے احسان کے تذکرے کے ساتھ تعریف کرنا۔ ❁

❁ ابونعیم رحمۃ اللہ علیہ نے الحلیۃ (۱۰/۲۶۸) میں لکھا ہے کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے شکر کی حقیقت دریافت کی گئی تو انھوں نے فرمایا: شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کسی نعمت کے ذریعہ اس کی نافرمانی پر مدد حاصل نہ کی جائے۔

شکر کی اقسام

شکر کی تین قسمیں ہیں:

① شکر بالجنان ② شکر باللسان ③ شکر بالارکان

شکر بالجنان دل کی معرفت اور اس کا اقرار کرنا ہے کہ بندے کو جو کچھ حاصل ہے سب اللہ تعالیٰ کا پیدا کردہ ہے اور یہ چیز ہر مسلمان پر فرض ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَمَا بِكُمْ مِّنْ نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ [النحل: ٥٣]

''یعنی تمہیں جو بھی نعمتیں حاصل ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں۔''

تمام مصنفین اور مستنبطین نے شکر کے جو معنی بیان کیے ہیں وہ اسی لفظ کے تحت واقع ہیں۔

دل، علم و عرفان کا مرکز ہے اس کے بارے میں ارشادِ خداوندی ہے:

فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿﴾ [آل عمران: ١٢٣]

''یعنی مجھ سے ڈرو کہ یہ میری نعمتوں کا حقیقی شکر ہے۔''

شکر باللسان کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کا خود کو محتاج و فقیر خیال کرتے ہوئے اعتراف کرنا۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿﴾ [البقرہ: ١٥٢]

اس آیت میں شکر کا لفظ مجازی معنی میں استعمال ہوا ہے۔ حدیث میں ہے کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اور جن وانس عظیم خبر ہیں، تخلیق میں کروں اور عبادت میرے غیر کی کی جائے اور رزق میں دوں اور شکر میرے غیر کا کیا جائے؟''

(شعب الایمان ٤/ ١٣٤)

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ﴿۱۱﴾ [الضحی ۱۱]

''اپنے رب کی نعمت کو بیان کرو۔''

اورشکر بالارکان یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے وابستہ ہے اور منہیات سے اجتناب کرے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

اِعْمَلُوْٓا اٰلَ دَاوٗدَ شُكْرًا [سبا:۱۳]

اس آیت کریمہ میں عمل کو شکر قرار دیا گیا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی شکر گزاری

حضور نبی کریم ﷺ نماز پڑھتے تھے یہاں تک کہ قدم مبارک سوج جاتے تھے، کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے تو آپ ﷺ کے اگلے پچھلے گناہ معاف کردیئے ہیں؟ (آپ ﷺ اتنی مشقت کیوں اٹھاتے ہیں) آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔'' (البخاری ۱۱۳۰۔مسلم ۲۸۱۹۔الترمذی ۴۱۲)

غور کیجئے کہ اس حدیث مبارک میں آنحضور ﷺ نے عمل کے ذریعہ شکر ادا کیا اور اس کے ذریعہ کتاب اللہ کا مقصد واضح کیا۔

مروی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمانؓ کو پیغام ملا کہ وہ ایک قوم کو آکر گرفتار کریں جو کسی تہمت میں مبتلا ہیں، حضرت عثمانؓ ابھی پہنچے نہیں تھے کہ وہ قوم متفرق ہوگئی، آپؓ نے اس شکرانے میں غلام آزاد کیا کہ ان کے ہاتھوں کسی مسلمان آدمی کی فضیحت نہیں ہوئی۔

شکر کا حل

جب شکر کی تین اقسام معلوم ہوگئیں تو اب جاننا چاہیے کہ یہ تینوں اقسام حق تعالیٰ

کی ذات میں ثابت اور موجود ہیں، شکر کی پہلی قسم، یعنی قلب کی معرفت کہ تمام نعمتیں صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہیں اور یہ کہ زمین و آسمان کی مخلوقات پر ہر طرح کی نعمت کی ابتدا (مبداء) اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے، تاکہ اپنی ذات اور دوسروں پر ہونے والی تمام نعمتوں کی معرفت پر سب کی طرف سے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا ہو۔

اسی طرح دوسری قسم، یعنی محسن کی اس کے احسان کے تذکرے کے ساتھ تعریف کرنا اور تیسری قسم کا بھی باری تعالیٰ کی ذات میں تحقق ہوتا ہے۔ عامۃ الناس ایک دوسرے کے ساتھ جو نیک سلوک کرتے ہیں اس پر شکر کی آخری دو قسمیں صادق آتی ہیں یعنی ایک شکر باللسان اور دوسرا شکر بالارکان، یعنی دوسرے کے احسان کے بدلہ میں اپنا مال و جاہ صرف کر کے اپنے اعضاء و جوارح کے ساتھ شکر ادا کرنا، البتہ تیسری قسم یعنی شکر بالجنان اس پر صادق نہیں آتی، کیونکہ شکر کی حقیقت اور اس کی روح یہ ہے کہ جو تجھے جلب منفعت یا دفع مضرت یا سرور قلبی کے ذریعہ نفع دے اس کو اس کا بدلہ دیا جائے، لیکن صرف اس بات کی معرفت کہ اس نے تیرے ساتھ اچھا سلوک کیا ہے، اس میں کوئی فائدہ نہیں ہے۔ اسی طرح والدین کی شکرگزاری میں بھی آخری دو قسمیں متحقق ہوتی ہیں، پہلی قسم کا اس میں تحقق نہیں ہوتا۔ کیونکہ اولاد کا صرف یہ پہچاننا کہ وہ اس کے ماں باپ ہیں، اس میں والدین کو کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا، البتہ والدین کی شکرگزاری کا مرتبہ عوام الناس کی باہمی شکرگزاری سے اونچا ہے اور باری تعالیٰ کی شکرگزاری سے کم ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا شکر اس بات پر ہے کہ اس نے تمام نعمتوں کو پیدا کیا ہے اور والدین کا شکر اس بات پر ہے کہ وہ اولاد کے حصول کا سبب ہیں۔

اولاد بھی والدین کی کمائی کا حصہ ہے

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''انسان کا سب سے پاکیزہ کھانا وہ ہے جسے وہ اپنے

ہاتھ سے کمائے اور اس کی اولاد بھی اس کی کمائی میں سے ہے۔''

(صحیح ابن حبان ۱۰/۷۲ ۔مستدرك الحاكم ۲/۴۶،۴۵)

اس کی وجہ یہ ہے کہ باپ نے اس کی ماں کے شکم میں نطفہ ڈالا، پھر وہ اس ماں کی کھانے پینے اور دیگر چیزوں سے پرورش کرتا رہتا ہے، پھر وہ غذا خون کی شکل میں تبدیل ہوتی ہے، پھر وہ خون نطفہ کے ساتھ مخلوط ہوتا ہے۔ پھر وہ نطفہ کچھ عرصہ تک نشوونما پاتا ہے۔ پھر وہ علقہ (بستہ خون) بن جاتا ہے۔ پھر مضغہ (گوشت کا لوتھڑا) اور پھر عظام (ہڈیاں) اور پھر گوشت بن جاتا ہے، پھر اس میں روح ڈالی جاتی ہے۔ پیدا ہونے تک وہ بچہ اس زائد خوراک سے غذائیت حاصل کرتا رہتا ہے۔ بچہ کی اصل یہ ہے کہ ایک نطفہ تھا، پھر باپ کے مال سے اس کی نشوونما ہوئی، اسی طرح پیدائش سے لے کر دودھ چھڑانے تک اس کی پرورش دودھ اور معمولی کھانے سے ہوتی ہے، اس دوران اس کا گوشت اور ہڈیاں بڑھتی رہتی ہیں، چنانچہ اس طرح وہ باپ کی کمائی کا حصہ بن جاتا ہے۔ان ہی اسباب سے وہ (بچہ) ماں کی کمائی کا بھی حصہ ہے کہ وہ اسے نو ماہ تک اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھتی ہے، اس کا خوب خیال رکھتی ہے، پھر گود میں لے کر دو سال تک اس کو دودھ پلاتی ہے، غرضیکہ بہت مشقت جھیلتی ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ [لقمان ۱٤]

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ''وَهْنًا عَلَىٰ وَهْنٍ'' کا معنی ہے شدت کے بعد شدت۔ امام ضحاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے ضعف پر ضعف اور حضرت قتادہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا معنی ہے مشقت پر مشقت۔

(تفسير القرطبي ۲۱/۶۹ ۔ابن كثير ۳/۴۴٦)

یہ ایسا ہی ہے جیسے کوئی انسان کوئی پودا لگاتا ہے، پھر پانی اور کھاد وغیرہ کے ساتھ اس کی دیکھ بھال کرتا ہے، حتی کہ وہ درخت بن کر پھل دیتا ہے تو وہ اس پھل کا زیادہ حق دار ہوتا ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی کہ افعال سے بھی شکر ادا ہوتا ہے اور بعض افعال ایسے ہوتے ہیں جن کی مناسبت نعمت سے زیادہ ہوتی ہے، جیسا کہ فقراء کے ساتھ ہمدردی اور غم خواری کرنا مال دار کے لیے شکر کی سب سے عمدہ شکل ہے، کیونکہ یہ کام نعمت کی جنس میں سے ہے۔ اگر آپ یہ چاہیں کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتیں دوام و استمرار کے ساتھ حاصل ہوتی رہیں تو فقراء کے ساتھ ہمیشہ ہمدردی اور غم خواری کیا کرو اور گمنام اور کمزور لوگوں کی تعظیم کیا کرو۔ ایسے لوگوں کے ساتھ عاجزی سے پیش آنا اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی شکر گزاری کی سب سے عمدہ صورت ہے۔ اس سے آپ کا مرتبہ بھی بلند ہوگا اور نام بھی اونچا ہوگا۔ اسی طرح بیمار کی تیمارداری، ان کی خدمت بجا لانا ان کی خوراک وعلاج کا اہتمام کرنا، عافیت پر شکر گزاری کی سب سے عمدہ شکل ہے۔

اولاد پر والدین کے احسانات

والدین کے اولاد پر کیا کیا احسانات ہیں، اس سلسلہ کی پہلی بات یہ ہے کہ والدین اولاد کے وجود کا سبب ہیں، پھر استقرارِ نطفہ سے لے کر پیدائش تک کے تمام مراحل میں وہ اس کی حفاظت کرتے رہے رہیں۔ والدین وہی خوراک کھاتے ہیں جو اس (نطفہ) کے لیے مفید ہوتی اور نشو ونما کا سبب بنتی، اگر عمدہ غذائیں بھی نطفہ کے لیے مضر ہوتیں تو اس کو ترک کردیتے، اور اسی نطفہ کی خاطر ماں نے اپنے اہم کام، چلنا پھرنا اور بوجھ اٹھانا چھوڑ دیا۔ پھر پیدا ہونے کے بعد وہی غذا اس کو دی جو اس نومولود کے لیے مناسب تھی، والدین بسا اوقات اس بچہ کی خاطر اپنی محبوب چیز کو بھی ترک کر

دیتے ہیں۔ جب بچہ بڑا ہونا شروع ہوتا ہے تو اس کی تربیت کے لیے کمر بستہ ہو جاتے ہیں، اس کے لیے منفعت کے حصول اور مضرت کے دفعیہ کا اہتمام کرتے ہیں، اگر وہ اس (بچہ) کو زمین پر یوں ہی پھینک دیتے تو حشرات الارض اس کو کھا لیتے، ماں باپ ہمیشہ اپنی اولاد کی خوشی کے متمنی رہتے ہیں، یہاں تک کہ بچہ سنِ شعور کو پہنچتا ہے۔ ماں باپ اولاد کے غم میں انہیں تسلی کا سامان فراہم کرتے ہیں، ماں باپ اولاد کے دل کو شاد کرنے اور ان کی آنکھوں کو ٹھنڈا کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑتے اور انہوں نے ان کے غم کو غلط کرنے کی اتنی جدوجہد کی کہ اولاد کبھی بھی اس کا بدلہ نہیں چکا سکتی، آخر یہ کیسے ممکن ہے؟ ماں باپ نے بچپن میں اولاد کے لیے ہر طرح کی فرحت کا سامان تیار کیا تاکہ وہ کسی تکلیف سے دوچار نہ ہو، اور اس کو خوشیاں فراہم کیں لیکن جب اولاد بڑی ہوتی ہے اور سن شعور کو پہنچتی ہے تو وہ ان کے احسان کا بدلہ برائی سے، محبت کا جواب نفرت سے، سخاوت کا بخل سے، پیار کا سختی سے، قرب کا بعد سے اور وصال کا ہجر سے دیتی ہے۔ غرضیکہ اولاد ان رشتوں کو توڑتی ہے جنہیں جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے جن پر خرچ کرنے کا حکم دیا ہے اور ان پر خرچ نہیں کرتی۔

اولاد کی کوتاہیاں

ماں باپ نے کتنی راتیں اپنی اولاد کی خاطر جاگ کر گزاریں، اور وہ اولاد کے غم والم کی وجہ سے بے چین رہتے ہیں، اولاد کھانا نہ کھائے تو وہ بھی بھوکے رہتے ہیں، اولاد پریشان ہو تو وہ بھی غمزدہ ہو جاتے ہیں، لیکن اولاد نے ان کو اس کا بدلہ یہ دیا کہ ان کو رلایا، ان کو بے خواب کیا، ان کو پریشان اور دکھی کیا۔ اگر ماں باپ، اپنی اولاد کو آگے بڑھنے کا کہتے تو اولاد پیچھے کو ہٹتی، اور اگر پیچھے ہٹنے کا کہتے تو وہ آگے کو بڑھتی، اگر کسی کام کو کرنے کا کہتے تو اولاد انکار کرتی اور اگر کسی کام سے روکتے تو وہ اس کام کو

ضرور کرتی۔ جیسے اولاد نے یہ ٹھان لی ہو کہ اس نے اپنے ماں باپ کی ہر بات کے خلاف ہی چلنا ہے اور ان کی نافرمانی ہی کرنی ہے۔ چنانچہ اولاد، ان کی ہر نیکی کا جواب برائی سے دیتی ہے، پس ایسے شرمناک بدلے پر انتہائی افسوس ہے! ماں باپ کے بڑھاپے کے وقت اولاد پر یہ چیز لازم ہے کہ اگر وہ ان کے احسان وسلوک کا زیادہ بدلہ نہیں دے سکتی تو کم از کم ان کی نیکی کا بدلہ نیکی سے تو دے، حالانکہ انہوں نے پندرہ سال تک اپنی اولاد کی پرورش کی ہے، اپنے ہاتھوں سے اولاد کا بول و براز اور ان کی گندگی کو صاف کرتے رہے ہیں، اولاد کم از کم اس کا بدلہ تو دے، جب ماں باپ بوڑھے ہو جائیں، ان کی طاقت اور ہمت میں کمزوری آ جائے، عادات اور عقل میں کمی آ جائے اور بچپن والی حالت کی طرف لوٹ جائیں تو اولاد کو چاہئے کہ ان کے ساتھ نرمی، حسن سلوک اور ملاطفت والا معاملہ کرے اور ان کے ساتھ ایسا ہی برتاؤ کرے جیسا برتاؤ بچپن میں وہ اولاد کے ساتھ کرتے تھے کہ ان کی خدمت کو بجالائے اور ان کو صاف ستھرا رکھے اور کم از کم پندرہ سال تک تو ان کے ساتھ بڑھاپے کے زمانہ میں ملاطفت والا معاملہ کرے جیسے انہوں نے اولاد کا پندرہ سال تک خوب خیال رکھا۔

شکرگزاری کا اصل مفہوم

تاہم یاد رکھیں کہ اگر اولاد اپنے ماں باپ کی نیکی کا صرف بدلہ چکاتی ہو تو اس کو ماں باپ کا شکرگزار نہیں کہا جائے گا بلکہ صرف ان کے احسانات کا بدلہ چکانے والا کہا جائے گا۔ کیونکہ شکرگزاری کا مفہوم یہ ہے کہ مقاومت سے بڑھ کر ان کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے۔ جیسا کہ ''شکر'' کی تعریف میں اس کی وضاحت گزر چکی ہے۔ بلکہ ایسی اولاد کو احسان کا بدلہ دینے والا بھی نہیں کہا جا سکتا، کیونکہ ماں باپ نے تو خوش دلی سے اپنی اولاد کی پرورش کی ہے اور وہ ان کی زندگی اور خوشی کے چاہنے والے ہوتے

ہیں، جب کہ اولاد ان کی خدمت سے بیزار اور حسرت کناں ہوتی ہے اور ان کے مرنے کی تمنا رکھتی ہے اور ان سے جلد راحت ملنے کی خواہش رکھتی ہے جیسے اولاد ان کی سردار اور آقا ہو اور وہ ان کی غلام۔

اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کا عوض اور بدلہ دنیا کو نہیں بنایا بلکہ ارشاد فرمایا:

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا﴿٢٤﴾ [الاسراء:٢٤]

''اور آپ فرمائیں کہ اے میرے رب! ان دونوں پر اپنی رحمت فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔''

مطلب یہ ہے کہ ماں باپ کے لیے آخرت کی بھلائی مانگو۔

اولاد، اپنے ماں باپ کے احسانات کا بدلہ نہیں چکا سکتی

◎ مروی ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! میری والدہ اتنی بوڑھی ہیں کہ میں ان کے جسم سے (گندگی کو) دھوتا ہوں تو کیا میں نے اس کو بدلہ دے دیا؟ آپؐ نے فرمایا: ''نہیں بلکہ تم نے دردِ ولادت کا بدلہ بھی نہیں دیا۔''

(الادب المفرد١٨۔مجمع الزوائد١٣٧/٨۔تفسير ابن كثير٣٦/٣)

◎ مروی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! میرے والد میرے مال میں کمی کر دیتے ہیں اور اپنے بچوں پر اس کو خرچ کر دیتے ہیں!؟ اس کا بوڑھا والد رونے لگا، اس نے کہا کہ اے اللہ کے رسول ﷺ! میرے بال بچے کون سے زیادہ ہیں؟ خدا جانتا ہے کہ ایک اس کی ماں ہے اور دو اس کی بہنیں ہیں، پھر اس نے چند اشعار پڑھے جس میں اس نے اپنی نیکی اور اس کی ناشکری کا شکوہ کیا۔ ان اشعار کو سن کر نبی کریم ﷺ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا:

((انت و مالك لا بيك)) (المعجم الاوسط ۳۴۰/۶)

''یعنی تم اور تمھارا مال، سب کچھ تمہارے والد کا ہے۔''

اگر کوئی پوچھنے والا یہ پوچھے کہ شکر اور نیکی کی وہ کیا تعریف اور مفہوم ہے کہ جس کو بجالانے والا شکر گزار اور فرماں بردار قرار پائے اور جس کو بجا نہ لانے والا، ماں باپ کا نافرمان اور ناشکرا قرار پائے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم اس سے پہلے لفظ ''عقوق'' کا معنی اور ''شکر'' کی تقسیم کرتے ہیں، پھر اس کے بعد بیان کریں گے کہ کیا ان میں سے ایک کو بجالانا دوسرے سے خروج کو مستلزم ہے یا نہیں؟

لفظِ عقوق کا معنی اور اس کی اقسام

لفظ عقوق اصل میں قطع اور شق (کاٹنا، پھاڑنا) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، پیدائش کے وقت بچے کے جسم پر جو بال ہوتے ہیں اس کو ''عقیقہ'' کہتے ہیں، اس لیے کہ اگر وہ بال بچے کے بدن پر ہوں تو ان بالوں کو مونڈ دیا جاتا ہے اور اگر جانور پر ہوں تو ان کو کاٹ دیا جاتا ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ مذبوحہ جانور کو بھی اسی مناسبت سے ''عقیقہ'' کہتے ہیں کہ اس کا گلہ شق (کاٹا) کیا جاتا ہے۔ اور قطع اور شق کا مفہوم اسی جگہ پر ثابت ہوتا ہے جہاں پر وصل (جوڑ) ہو، پس ماں باپ اور اولاد کے درمیان مضبوط قسم کا وصل (تعلق) ہوتا ہے اور اس وصل کو قطع کرنے والا بدترین لقب سے موسوم ہوتا ہے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اولاد کو جس صلہ رحمی کا حکم دیا ہے اگر اولاد اس میں خلل اندازی کرتی ہے تو وہ نافرمان ہوگی اور جو حکم فرض درجے کا ہو اس کو ترک کرنا حرام اور نافرمانی ہوگا، ایسے آدمی پر جنت حرام ہوتی ہے۔ جیسا کہ عنقریب ہم اس کی توضیح کریں گے۔ اور اگر وہ حکم مندوب اور مستحب درجے کا ہو تو اس کو توڑنے والا نافرمان اور مکروہ کام کو کرنے والا ہوگا، البتہ وہ جہنم کی وعید میں داخل نہ ہوگا، اللہ تعالیٰ ہمیں جہنم کے عذاب سے

نجات دے۔ مطلب یہ ہے کہ جس طرح کفر کے مختلف درجات اور احوال ہوتے ہیں اسی طرح عقوق (نافرمانی) کے بھی مختلف درجات ہوتے ہیں۔

ابوطالب المکی رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''قوت القلوب'' میں لکھتے ہیں: ''عقوق کی تفسیر یہ ہے کہ اگر والدین کسی حق کے بارے میں قسم دیں تو اولاد ان کی قسم کو پورا نہ کرے اور اگر فقر و فاقہ سے مجبور ہو کر اولاد سے کچھ مانگیں تو وہ ان کو نہ دے اور اگر اس کے پاس امانت رکھوائیں تو وہ خیانت کرے، اگر بھوکے ہوں تو ان کو کھانا نہ کھلائے اور خود شکم سیر ہو اور اگر وہ اولاد کو برا بھلا کہیں تو اولاد ان کو مارے بیٹے۔''

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ قطع رحمی کی انتہا یہ ہے کہ ''آدمی اپنے باپ کو حاکم کے پاس لے جائے اور اس کے ساتھ جھگڑا کرے۔''

ایک دانا شخص کا قول ہے کہ عقوق (نافرمانی) کی جڑ، والدین سے انقباض رکھنا ہے اور بہترین حسن سلوک ان کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا ہے اور عقلمندی کی جڑ ان کے بارے میں اچھا گمان رکھنا ہے'' اور باقی رہی بات شکر کی تو شکر کے دو مرتبے ہیں، ایک اعلیٰ اور دوسرا ادنیٰ، شکر کا ادنیٰ مرتبہ تو محدود ہے کہ اس کے ترک کرنے سے اولاد ایک حرام فعل کی مرتکب ہو کر نافرمان بنتی ہے۔ اور اعلیٰ مرتبہ غیر محدود ہے، اس کی کوئی انتہا نہیں ہے اور اولاد ان کے ترک کرنے سے نافرمان نہیں ہوتی۔

نافرمانی کی اصل حقیقت

پس ہم کہتے کہ عقوق (نافرمانی) کا مدار والدین کی اذیت پر ہے اور بِرّ (حسن سلوک) کا مدار ان کی اطاعت اور فرماں برداری پر ہے بشرطیکہ وہ کام معصیت پر مبنی نہ ہو۔ اس کی وضاحت ایک مثال سے ہوسکتی ہے، مثلاً: بیٹا گھر میں کوئی عمدہ اور مزے دار کھانا لائے جو اسے بھی بہت مرغوب ہو لیکن گھر میں باپ موجود نہ ہو اور وہ اپنے باپ

کے پیچھے کسی کو بھیجے تو ایسا بیٹا شکر گزار اور فرماں بردار کہلائے گا، اور اگر اس نے اس کے پیچھے اپنی سواری بھیجی تو وہ شکر گزاری میں زیادہ ہوگا، فرماں برداری میں کم ہوگا۔ اور اگر اپنے باپ کے پیچھے بذات خود ہو تو وہ فرماں برداری میں زیادہ کہلائے گا، اگر غلام کو حکم دیا کہ وہ باپ کے ہاتھ دھلائے تو وہ فرماں بردار بھی ہوگا اور شکر گزار بھی ہوگا اور اگر اس نے بذات خود والد محترم کے ہاتھ دھلائے تو وہ اس سے زیادہ فرماں بردار اور شکر گزار ہوگا۔ لیکن اگر اس نے غفلت سے کام لیا اور ان امور میں سے کوئی امر بھی انجام نہیں دیا تو وہ نافرمان تو نہیں کہلائے گا لیکن شکر گزاری اور نیکی کا تارک ضرور ہوگا۔ البتہ اگر مثال کے طور باپ دیوار کے پیچھے موجود ہو اور کھانے کی خوشبو اسے پہنچ جائے اور اس کی جگہ بھی معلوم ہو جائے اور کھانے کی رغبت میں اس (بیٹے) کی طرف دیکھے بھی اور بیٹے کو یہ سب امور معلوم بھی ہوں اس کے باوجود وہ اپنے باپ کو کھانا نہ کھلائے یہاں تک کہ کھانا ختم ہو گیا تو اس صورت میں وہ نافرمان کہلائے گا۔

آیت تافیف کی تشریح

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا [الاسراء:۲۳]

''یعنی ہم نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔''

(تفسیر القرطبی ۱۳/۲ ۔الطبری ۱/ ۳۹۰ ۔ابن کثیر ۳/ ۳۵)

اس آیت کی تفسیر میں منقول ہے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو اور ان کے ساتھ نرمی والا معاملہ کرو۔

نیز فرمایا:

وَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ [التوبة:۱۰۰]

''یعنی وہ لوگ اسی طریقہ اور راستہ پر چلے جن پر پچھلے لوگ چلا کرتے تھے۔''

''احسان'' کا لفظ ہر اس فعل پر بولا جاتا ہے جس فعل کو انسانی عقل اچھا خیال کرتی ہو اور جس سے طبیعت سلیمہ محظوظ ہوتی ہو، خواہ وہ کوئی قول ہو یا فعل یا کھانے پینے کی چیز ہو وغیرہ۔

اللہ تعالیٰ نے اس آیت کریمہ میں جنّت کو اسی لفظ سے تعبیر کیا ہے۔

ارشاد فرمایا:

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا الْحُسْنٰى وَ زِيَادَةٌ [یونس:٢٦]

یہاں ''الحسنیٰ'' سے مراد جنّت ہے، نیز فرمایا:

رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً [البقرة:٢٠١]

اس آیت میں بھی دوسرے ''حسنة'' سے مراد جنت ہے، بلکہ خود اللہ تعالیٰ نے اپنے اسماء کا نام ''الحسنیٰ'' رکھا ہے۔

ماں باپ کی شفقت اور محبت

پس اے وہ شخص جو اپنے ماں باپ کو رلاتا ہے، ان کو پریشان کرتا ہے، ان کو بے خواب کرتا ہے اور ان پر غموں کا بوجھ لادتا ہے اور ان کو فراق اور وحشت کے کڑوے گھونٹ پلاتا ہے، کیا تو نے ان کے ساتھ کبھی نیک سلوک کیا ہے اور ان کے معاملہ میں کبھی غور بھی کیا ہے، جب تو چھوٹا تھا تو وہ (والدین) تیرے ڈر کے مارے تجھ پر روتے تھے اور اب تو بڑا ہو گیا ہے تو وہ تجھ سے ڈرتے ہوئے روتے ہیں! ہر وقت غم و حزن کا بادل ان پر سایہ فگن رہتا ہے؟ پھر جب تم رجا و امید کے مرکز بنے تو تم نے کہا کہ میں فلاں فلاں چیز کی تلاش میں ساری کائنات کی سیر کروں گا، پس تم نے ان کو ایک کٹیا میں روتا ہوا غمگین حالت میں چھوڑ دیا، اگر تم ان کی آنکھوں سے غائب بھی ہو

جاتے تو ان کے دلوں سے تمھارا خیال نہ جاتا تھا، اور اگر ان کے کان تمھاری باتیں سننے سے قاصر بھی ہوتے تو تمھارا تذکرہ ان کی زبانوں سے جاری ہی رہتا تھا، اگر رات کے وقت تمھارے آنے میں دیر ہو جاتی تو وہ رنجیدہ خاطر ہو جایا کرتے تھے۔

جب والدین کی نظروں سے تم اوجھل ہوتے ہو اور وہ تمھاری خوشبو کو مفقود پاتے ہیں تو اس وقت ان پر کیا بیتتی ہوگی؟ اس وقت بس اشک بہانا اور رنج وغم کا اظہار ہی ان کا کام ہو جاتا ہے اور اولاد کا ذکر ہی ان کی زبان پر رہتا ہے، ہر وقت والدین کے سامنے تمہارے حالات اور واقعات رہنے لگ جاتے ہیں۔ پس اس موقع پر آنسوؤں کی ایک لڑی بن جاتی ہے اور حسرتوں کا سمندر امڈ آتا ہے، جب ان کی ملاقات تمھارے دوستوں سے ہوتی ہے تو ان سے پوچھو کہ وہ کیا کہتے تھے اور ان کے دل کس طرح پسیجے رہے ہیں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

إِمَّا يَبْلُغَنَّ عِندَكَ الْكِبَرَ أَحَدُهُمَا أَوْ كِلَاهُمَا فَلَا تَقُل لَّهُمَا أُفٍّ وَلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُل لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيمًا۝ [الاسراء:۲۳]

''جب ماں باپ میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کی عمر کو پہنچیں تو تم ان کو اف تک نہ کہو اور نہ ہی ان کو جھڑکو اور ان سے اچھی بات کہو۔''

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ''اف'' ناگواری کی بات کو کہتے ہیں۔

لفظ اُف کی تحقیق

مقاتل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اُف'' سخت اور گری ہوئی بات کو کہتے ہیں۔

ابو عبیدہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''اُف'' اور ''تُف'' اصل میں اس میل کو کہتے ہیں جو انگلیوں کو ملنے اور رگڑنے سے نکلتی ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ ''اُف'' تو بغل اور ران کے اندرونی حصوں کی میل کو کہتے ہیں اور ''تُف'' ناخنوں کی میل کو کہتے ہیں۔

بعض کا قول ہے کہ ''اُف'' ناخنوں کی میل اور ''تف'' اس حقیر چیز کو کہتے ہیں جو انسان زمین سے اٹھائے۔

علماء فرماتے ہیں کہ اولاد کو اس بات سے منع کیا گیا ہے کہ اگر وہ اپنے والدین کے بدن سے بدبو کو محسوس کرے تو ان کو اف تک نہ کہے، جب اس معمولی بات پر ان کو منع کیا گیا ہے تو اس سے بڑی باتوں سے ممانعت کتنی زیادہ ہوگی۔

بعض علماء اس کا مطلب یہ بتاتے ہیں کہ ان کے ناخنوں کی میل کچیل کو دیکھ کر ان پر عیب مت لگاؤ، گویا کہ تم کہتے ہو کہ اف! یہ میل کیسی بری ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ والدین سے ایسی بات نہ کہو جس سے ان کے دل کو ٹھیس پہنچے۔

بعض کہتے کہ ہر وہ بات جس سے وہ پریشان ہوتے ہوں اور ان کے دل پر بار آتا ہوں وہ اس ممانعت (اف نہ کہنا) میں داخل ہے۔ جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ ''اس شخص نے اپنی ناک پر کپڑا ڈال کر کہا کہ اف، اف'' جس کا معنی یہ ہے کہ وہ ان کی بدبو سے کراہت کر رہا تھا۔ بعض کہتے ہیں کہ ''اف'' کا معنی ہے حقیر اور کم تر خیال کرنا، یہ لفظ ''افف'' سے ماخوذ ہے جس کا معنی قلیل کے آتے ہیں۔

والدین کو اذیت پہنچانا حرام ہے

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیت بالا کا مطلب یہ ہے کہ جب والدین بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو ان کے بول و براز کی وجہ سے تم ان سے نفرت نہ کرو اور ان سے یہ نہ کہو کہ ''اف'' یہ کیا ہے؟ بلکہ ان کے پیشاب پاخانے کو صاف کرو، جس طرح وہ بچپن میں تجھے صاف رکھتے تھے اور اُف اُف نہ کہتے تھے۔ (اکتاہٹ کا شکار نہ ہوتے تھے) اللہ تعالیٰ نے اولاد کو حکم دیا ہے کہ وہ اپنے ماں باپ کو معمولی قسم کی بھی تکلیف نہ دے، پس جو اذیّت اس سے بڑی ہوگی وہ تحریم میں داخل ہوگی۔ اگر اولاد ان کو رلاتی

ہے یا ان پر غیظ و غضب ڈھاتی ہے۔ یا ان کو ملنے جلنے سے روکتی ہے، وہ یقیناً ان کو اذیت پہنچاتی ہے۔

اگر اولاد اپنے ماں باپ کو اس طرح سے دیکھے یا ان سے اس طرح سے پشت پھیرے جس سے وہ اذیّت کو محسوس کرتے ہوں تو اس (اولاد) نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان عالی وَلَا تَنْهَرْ هُمَا کی مخالفت کی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کو مت جھڑکو۔ اس آیت سے اقتضاء معلوم ہوتا ہے کہ ان کے چہرے پر تھپڑ مارنا بھی ممنوع ہے۔

اندازِ تخاطب کیسا ہو؟

اس کے بعد فرمایا:

وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ﴿۲۳﴾ [الاسراء:۲۳]

حضرت سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ان سے انداز تخاطب ایسا ہو جیسے ایک قصور وار غلام، سخت دل اور درشت طبیعت والے آقا سے بات کرتا ہے۔

حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ ''والدین کو ان کے نام اور کنیت سے نہ بلاؤ بلکہ ابا جان، اماں جان کہہ کر بلاؤ۔'' حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ''اپنے باپ کے آگے مت چلو، اور اس سے پہلے نہ بیٹھو اور اس کو گالی دینے کا سبب نہ بنو۔''

بعض کہتے ہیں کہ ''البتہ اندھیرے کے وقت باپ کے آگے چلنا چاہیے۔''

ماں باپ کا ادب واحترام

اس کے بعد فرمایا:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ [الاسراء: ۲۴]

اس آیت میں لفظ ''الذل'' کو سب نے رفع ذال کے ساتھ پڑھا ہے، لیکن عاصم رحمۃ اللہ علیہ کی قراءت ذال کے کسرہ ''الـذِل'' کے ساتھ ہے جو صعوبت اور کبر کی ضد ہے، اس صورت میں معنی یہ ہو گا کہ والدین کے ساتھ صعوبت اور تکبّر والا معاملہ نہ کرو۔ اور یہ وہ الذل نہیں ہے جو العز (عزّت) کی ضد ہے، یعنی ان کے سامنے تواضع اختیار کرو اور کبر کا اظہار نہ کرو۔ اہل عرب اس جانور کو جو تابعدار ہوتا ہے دابۃ ذلـول کہتے ہیں۔ ابو حاتم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لوگوں میں ذلول اس کو کہتے ہیں جس کے لیے خیر کے کام سہل اور آسان ہوں۔

عروۃ بن الزبیرؓ فرماتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تم ان کے لیے اتنے نرم ہو جاؤ کہ ان کی کسی بھی پسندیدہ چیز کو مت روکو۔ مقاتل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے پہلو کو نرم کرو اور رحمت و شفقت سے ان کے سامنے جھک جاؤ۔

اس کے بعد فرمایا:

مِنَ الرَّحْمَةِ وَ قُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا
[الاسراء: ۲۴]

اس آیت کریمہ میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو برّ والدین کا عوض قرار نہیں دیا بلکہ فرمایا کہ: ''آپؐ فرمائیں کہ پروردگار ان دونوں پر اپنی رحمت فرما جس طرح انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی ہے۔''

آیت کا مطلب تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے والدین کے لیے آخرت کی بھلائی مانگو۔ بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اے اللہ! میرے دل میں ان کی محبت پیدا فرما دے کہ میں ان کی اسی طرح پرورش کروں (دیکھ بھال کروں) جس طرح بچپن

میں انہوں نے میری پرورش کی ہے۔ بعض اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اے میرے پروردگار! ان پر اسی طرح رحم فرما جس طرح میرے بچپن میں انہوں نے مجھ پر رحم فرمایا۔

امام مالک بن انسؒ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص اپنے ماں باپ یا ان میں سے ایک کو نہ پائے تو وہ بھی رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا والی دعا پڑھ لے تو کوئی مضائقہ نہیں ہے۔''

دلوں کا حال اللہ تعالیٰ جانتا ہے

اس کے بعد ارشاد ہے:

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ [بنی اسرائیل: ۲۵]

اس کا معنی یہ ہے کہ تمھارے دلوں میں والدین کی فرماں برداری کا جذبہ موجود ہے یا نافرمانی کا جذبہ، یہ تمھارا پروردگار ہی خوب جانتا ہے۔

آگے فرمایا:

اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ [بنی اسرائیل: ۲۵]

یعنی اگر تم والدین کے حقوق و فرائض میں کوتاہی کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے احکامات کو بجالانے والے بنو اور اس کے فرماں بردار بنو تو فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا یعنی وہ ذات رجوع کرنے والوں کو معاف کرنے والی ہے ''اوابین'' ان کو کہتے ہیں جو نافرمانی اور ظلم و زیادتی کے بعد رجوع الی اللہ کرتے ہیں۔

حضرت سعید بن جبیرؒ فرماتے ہیں کہ اس آیت کریمہ میں عجلت میں نکلی ہوئی بات مراد ہے جس سے آدمی کا مقصد نیک ہی ہوتا ہے اور دل میں والدین کی نافرمانی کا خیال نہیں ہوتا، پس جب وہ اس بات سے رجوع کرتا ہے، تو اس کی مغفرت کردی جاتی ہے۔

لفظ برّ کی حقیقت اور اس کا مفہوم

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَّ بَرًّا بِوَالِدَتِيْ ۡ [مریم: ۳۲]

''اور وہ اپنی ماں کے فرماں بردار تھے۔''

جاننا چاہئے کہ لغت میں ''البر'' ایسا جامع لفظ ہے جو ہر طرح کی خیر و بھلائی کو شامل ہے، قرآن و حدیث میں اس لفظ کا استعمال ہوا ہے، ارشاد ربانی ہے:

وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ [البقرہ: ۱۷۷]

''لیکن نیکی وہ ہے جو کوئی یمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر۔''

حدیث مبارکہ ہے:

((الحج المبرور ليس له جزاء الا الجنة))

''یعنی حج مبرور کا بدلہ جنت ہی ہے۔'' (البخاری: ۱۷۷۳۔ مسلم: ۱۳۴۹)

''حج مبرور'' اس کو کہتے ہیں جس میں کسی گناہ کی آمیزش نہ ہو۔ اسی طرح ''بیع مبرور'' اس معاملہ کو کہتے ہیں جو ہر طرح کے شبہ اور خیانت سے پاک ہو۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت یحییٰ بن زکریا علیہ السلام نے اپنے پاؤں بحر اردن میں داخل کیے، آپ پیاس کی وجہ سے نڈھال ہو رہے تھے، انہوں نے قسم کھا رکھی تھی کہ وہ اس وقت تک ٹھنڈا پانی نوش نہیں کریں گے جب تک کہ انہیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ان کا کیا مقام و رتبہ ہے؟ جب ان کے والد نے ان سے کہا کہ تمھارے پاس چند جو رکھے ہیں اسے کھا لو اور کچھ پانی پی لو۔ حضرت زکریا علیہ السلام نے ان کی بات مانتے ہوئے جو بھی کھا لیے اور پانی بھی پی لیا، پھر اپنی قسم کا کفارہ ادا کیا۔ اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک پر ان کی تعریف فرمائی ''اس

حدیث میں بھی یہ لفظ آیا ہے: ((فمد الله بالبر))

''یعنی اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنے پر ان کی مدح فرمائی۔''

یحییٰ علیہ السلام کی شان

◎ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ فرماتے ہیں کہ مجھے یہ خبر دی گئی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، یحییٰ بن زکریا علیہ السلام کے علاوہ ہر انسان نے خطا کا ارتکاب کیا ہے یا گناہ کا ارادہ کیا ہے۔

غور کیجئے! حضرت یحییٰ علیہ السلام نے گناہ تو درکنار، گناہ کا کبھی ارادہ بھی نہیں کیا، ان کی شان میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَ سَلٰمٌ عَلَيْهِ يَوْمَ وُلِدَ وَ يَوْمَ يَمُوْتُ وَ يَوْمَ يُبْعَثُ حَيًّا ۞ [مریم:۱۵]

''اور ان کو سلام پہنچے جس دن وہ پیدا ہوئے اور جس دن وہ وفات پائیں گے اور جس روز وہ زندہ ہو کر اٹھائے جائیں گے۔'' [مریم:۱۵]

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام احوال میں ان کو گناہ سے محفوظ رکھا، پس انہوں نے دنیا میں نافرمانی کی اور نہ ہی آخرت میں کسی برائی سے ان کا سابقہ پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کا وصف بیان کرتے ہوئے فرمایا:

وَ بَرًّا بِوَالِدَيْهِ [مریم:۱٤]

''یعنی وہ اپنے والدین کے بڑے فرماں بردار تھے۔''

یحییٰ علیہ السلام نے قسم کھائی تھی کہ وہ پیاس کی حالت میں پانی نوش نہیں کریں گے لیکن اپنے والد محترم کے کہنے پر قسم کو توڑ دیا اور کھا پی لیا۔ پھر قسم کا کفارہ ادا کیا تو اس فرماں برداری پر اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف فرمائی۔

آیت مذکورہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ والدین کی اطاعت وفرماں برداری غیر معصیت والے کام میں واجب اور فرض ہے۔

عبداللہ بن واقد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''تم والدین کے نافرمان کو بدبخت اور سخت دل پاؤ گے۔'' پھر اس بات کی تائید میں یہ آیت پڑھی:

وَّ بَرًّا بِوَالِدَتِيْ ۫ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّارًا شَقِيًّا ۝ [مریم: ۳۲]

''اور مجھے اپنی والدہ کا فرماں بردار بنایا اور مجھے سخت دل اور بدبخت نہیں بنایا۔''

والدین سے بدسلوکی متکبر شخص ہی کرتا ہے

پھر فرمایا کہ والدین سے بدسلوکی کرنے والا متکبر اور مغرور ہوگا اس لیے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا ۝ [النساء:۳٦]

''اور وہ جن کے مالک ہوئے تمھارے دائیں ہاتھ، بے شک اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے فخر کرنے والے کو پسند نہیں کرتے۔'' [النساء:۳٦]

باقی رہا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ذی شان:

وَصَاحِبْهُمَا فِى الدُّنْيَا مَعْرُوفًا ۫ [لقمان: ۱۵]

تو اس (معروف) کی تفسیر اچھی معاشرت سے کی گئی ہے، لغت میں عرف اور معروف اس کام کو کہتے ہیں جس کو انسان کی عقل اچھا خیال کرتی ہو۔ اس کام کو برا نہ سمجھتی ہو۔

والدین کے ساتھ نیک سلوکی کا حکم عام ہے

والدین کے ساتھ نیک صحبت اور اچھی معاشرت اختیار کرنے کا حکم عام ہے،

خواہ ماں باپ مسلمان ہوں یا غیر مسلم۔جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَىٰ أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا [لقمان: ۱۵]

''اور اگر وہ دونوں تجھے مجبور کریں کہ تم میرے ساتھ اس چیز کو شریک کرو جس کا تجھے کوئی علم نہیں ہے تو تم ان کی اطاعت نہ کرو اور دنیا میں ان کے ساتھ اچھی صحبت سے رہو۔''

جب کافر ماں باپ کے ساتھ نیک صحبت اختیار کرنے کا حکم ہے تو مسلمان ماں باپ کے ساتھ حسن صحبت اختیار کرنے کا کس درجے میں حکم ہوگا؟

نافرمانی کی حرمت پر دلائل

جب عقوق (نافرمانی) کی حرمت ثابت ہوگئی تو اب ہم کہتے ہیں کہ اس بات کی دلیل کہ عقوق (نافرمانی) دراصل والدین کو اذیّت پہنچانے کا نام ہے، اس پر بہت سی آیات واحادیث دلالت کرتی ہیں! مثلاً: ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَا تَقُلْ لَهُمَا أُفٍّ [الاسراء: ۲۳]

''پس تم ان کو اف تک نہ کہو۔''

اس سے پہلے ہم وضاحت کر چکے ہیں کہ تافیف کا معنی اذیت کا ہوتا ہے اور اس کی ممانعت، تحریم کے درجے کی ہے اس سے معلوم ہوا کہ جو شخص اپنے ماں باپ کو کسی وجہ سے رلاتا ہو یا ان کو پریشان کرتا ہو وہ ان کا نافرمان اور ایک فرض حکم کا تارک ہوگا۔

◎ اس پر دوسری دلیل یہ ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا:

((ارجع فاضحکھما کما ابکیتھما))

''یعنی اپنے ماں باپ کے پاس جاؤ اور ان کو اسی طرح ہنساؤ جس طرح

تم نے ان کو رلایا تھا۔'' (صحیح ابن حبان: ۱۶۳/۲)

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اولاد کو حکم دیا کہ ان کو رلانے کے بدلے ہنساؤ اور راضی کرو اور یہ حکم وجوبی ہے۔ علاوہ ازیں بہت سی آیات و احادیث والدین کے ساتھ حسن سلوک، ان کی خدمت گزاری اور اطاعت گزاری کے وجوب پر دلالت کرتی ہیں کہ اس میں کوتاہی کرنے والا والدین کا نافرمان اور ان کو اذیت پہنچانے والا قرار پائے گا۔

نفلی امور کو ترک کرنے میں والدین کی اطاعت کا حکم

والدین کی اطاعت غیر معصیت (والے کام) اور نفلی امور کے ترک کرنے میں واجب ہے، اس پر یہ حدیث دلیل ہے، آپؐ نے فرمایا: ''واپس جاؤ اور ان کو ہنساؤ جس طرح تم نے ان کو رلایا۔'' جہاد کا کم از کم درجہ اس کے نفل اور مندوب ہونے کا ہے۔ نیز جہاد بسا اوقات شہادت کا سبب بنتا ہے۔ اور اس سے اللہ تعالیٰ کی رضا اور حیات ابدی حاصل ہوتی ہے، جیسا کہ ارشاد الٰہی ہے:

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ [آل عمران:۱٦۹]

''اور تم اللہ کی راہ میں شہید ہونے والوں کو مردہ خیال نہ کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور انہیں اپنے رب کے حضور رزق دیا جاتا ہے۔''

حضور اکرم ﷺ نے والدین کی رضامندی کو اس پر مقدم رکھا ہے۔ اسی بنا پر اگر ماں باپ اپنی اولاد کو نماز کے اول وقت میں بلائیں تو ان کی اطاعت واجب ہوگی، کیونکہ والدین کی اطاعت فرض ہے اور نماز، اول وقت پڑھنا مندوب و مستحب ہے۔

والدین کی اطاعت، نفلی عبادت سے افضل ہے

والدین کی اطاعت تمام، نفلی عبادات سے افضل ہے، جیسے نفلی جہاد، طلبِ علم

اور نماز وغیرہ، اس پر چند دلائل ملاحظہ ہوں۔

صحیح مسلم کی حدیث ہے۔ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں جہاد اور ہجرت پر بیعت کرنا چاہتا ہوں۔آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تمھارے والدین میں سے کوئی باحیات ہے؟ اس نے اثبات میں جواب دیا کہ جی ہاں، دونوں زندہ ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا: ''پھر کیا تم اللہ تعالیٰ سے اجر کے طلب گار ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں۔آپ ﷺ نے فرمایا: ''واپس جاؤ! اور والدین کے ساتھ حسن معاشرت سے پیش آؤ۔''

◎ ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: ''پس تم ان دونوں کے ساتھ نیک سلوک کر کے جہاد کرو۔'' (حوالہ سابقہ)

اس حدیث مبارک میں آنحضرت ﷺ نے والدین کے ساتھ حسن معاشرت سے پیش آنے کو جہاد قرار دیا، کیونکہ جہاد اور والدین کی خدمت گزاری، دونوں میں مشقتیں برداشت کی جاتی ہیں اور انسان کا نفس کراہت (ناگواری) محسوس کرتا ہے، ظاہر ہے کہ والدین کی خدمت کرنا، ان کا خیال رکھنا، ان کو نہلانا دھلانا، ان کا بول و براز صاف کرنا، ان کے کھانے پینے اور کپڑوں کی دیکھ بھال کرنا، یہ تمام کام ایسے ہیں جو انسانی نفس کے لیے بارگراں ہیں اور عام طور پر انسانی طبائع پر گراں گزار ہیں۔اس کا معنی یہ کہ جب جہاد فرض علی الکفایہ ہو (جیسے مردوں کو غسل دینا، نماز جناہ پڑھنا اور ان کو دفن کرنا) تو چند افراد اگر اس کے لیے تیار ہو جائیں تو دوسروں سے اس کی فرضیت ساقط ہو جاتی ہے۔اب دوسروں پر لازم یہ ہوگا کہ وہ والدین کی خدمت گزاری اور اطاعت گزاری میں مصروف ہو جائیں اور جہاد کا اقل درجہ اس کے مندوب ہونے کا ہے اور حضور ﷺ نے جہاد کی فضیلت پر والدین کی صحبت کو ترجیح دی ہے۔

بایں ہمہ (حدیث مذکورہ میں) یہ منقول نہیں ہے کہ اس شخص کے والدین نے اسے جہاد پر جانے سے منع کیا ہو اور جان کے خوف سے روئے ہوں اور اس شخص پر ان کی اطاعت کا واجب ہونا بھی متعین نہیں تھا۔ اگر والدین ایسے نفلی جہاد وغیرہ پر جانے سے اولاد کو صراحتاً منع کریں اور اس کے جانے پر پریشان ہوں تو پھر سوچیے کہ ان کی اطاعت کس درجہ میں لازم ہوگی! نیز غور کیجئے کہ آنحضور ﷺ نے اپنی صحبت پر والدین کی صحبت کو فوقیت اور ترجیح دی کہ مجھ سے بیعت کرنے کے بجائے ان کے ساتھ حسن معاشرت سے پیش آؤ۔

◎ حضرت عبداللہ بن عمرو ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں آپؐ کے پاس ہجرت پر بیعت کرنے حاضر ہوا ہوں اور میں اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑ کر آیا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: ''لوٹ جاؤ، ان کو ہنساؤ، جیسے تم نے ان کو رُلایا ہے۔'' دوسری روایت میں آیا ہے: ''میں تم سے بیعت نہیں کروں گا تاوقتیکہ تم ان کے پاس واپس جاؤ اور ان کو ہنساؤ جس طرح تم نے ان کو رُلایا ہے۔'' (حوالہ بالا)

◎ حدیث جریج بھی اس کی دلیل ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ایک عورت نے اپنے بیٹے کو آواز دی، وہ (بیٹا) اس وقت اپنے عبادت خانہ میں مصروفِ عبادت تھا، ماں نے کہا کہ اے جریج! اس نے کہا کہ اے اللہ! ادھر میری ماں مجھے بلاتی ہے اور ادھر میری نماز کا معاملہ ہے؟ (چنانچہ جریج نے اپنی نماز کو جاری رکھا اور ماں کی بات نہ سنی) ماں نے بددعا دیتے ہوئے کہا کہ اے اللہ! جریج کو اس وقت تک موت نہ آئے جب تک کہ وہ بدکار عورتوں کا منہ نہ دیکھ لے، ایک چرواہا جریج کی عبادت گاہ کے قریب رہا کرتا تھا اس نے ایک بدکار عورت سے زنا کیا اور اس عورت نے بچہ جنا،

لوگوں نے اس عورت سے پوچھا کہ یہ بچہ کس کا ہے؟ اس عورت نے کہا کہ جریج کا ہے، وہ اپنے عبادت خانہ سے نیچے اتر کر آیا تھا اور اس نے میرے ساتھ بدکاری کی تھی۔'' (حوالہ سابقہ)

◎ ابوالليث رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں نقل کرتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اگر راہب جریج فقیہ ہوتا تو اسے یہ بات ضرور معلوم ہوتی کہ والدہ کی اطاعت، نماز سے افضل ہے۔'' (شعب الایمان للبیهقی ۱۹۵/۶)

اس کی وجہ یہ ہے کہ سابقہ شریعت میں نماز کے دوران ضروری گفتگو کی اجازت تھی جو کہ بعد میں منسوخ قرار دے دی گئی، اب حکم یہ ہے کہ نماز کے دوران والدہ کی بات کا جواب دینا جائز نہیں ہے، البتہ اگر اسے معلوم ہو کہ والدہ کو کوئی اہم کام پیش آیا ہے تو اس صورت میں نماز کا توڑنا جائز ہوگا۔

فوائد حدیث

(مصنف) فرماتے ہیں کہ سابقہ حدیث والدین کی غیر معصیت (والے کام) میں اطاعت کے واجب ہونے پر دلالت کرتی ہے اور مذکورہ اثر (جریج کی حدیث) اس بات پر دال ہے کہ حکم کی خلاف ورزی کی صورت میں ماں اپنی اولاد کو بددعا دے سکتی ہے۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ والدہ سے حجاب کرنا والدہ کی نافرمانی میں داخل ہے۔

نیز اس اثر سے پتہ چلا کہ والدہ کی بات کا جواب نہ دینا اور اس میں کوتاہی کا ارتکاب کرنا عذاب کے اترنے کا ذریعہ ہے، جیسا کہ حدیث جریج میں جب بیٹے نے ماں کی بات کا جواب نہیں دیا تو وہ بدکار عورت کے الزام میں گرفتار ہوگیا۔ نیز اس سے معلوم ہوا کہ بلا اجازت سفر پر جانا بھی نافرمانی کے زمرے میں آتا ہے، اس لیے کہ

جب جریج کو مقیم ہونے کے باوجود والدہ کی بات کا جواب نہ دینے پر نافرمان کہا گیا تو سفر پر بلا اجازت جانے کی صورت میں لازمی طور پر نافرمان قرار دیا جائے گا۔ نیز معلوم ہوا کہ والدین کی اطاعت، نفلی عبادات کو ترک کرنے میں بھی واجب ہے۔ اس واقعہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بڑے بڑے عبادت گزار اور زاہدین جس مرتبہ پر بھی پہنچ جائیں ان کی عبادت اور بزرگی، والدین کی معمولی سی نافرمانی کے برابر نہیں ہو سکتی۔

''جریج'' بنی اسرائیل کے بڑے عبادت گزار اور اپنے زمانہ کے بہت بڑے بزرگ تھے۔ وہ صاحب کشف و کرامات بزرگوں میں سے تھے۔ انہوں نے اس بچے (جس کی تہمت ان پر لگی تھی) سے کہا کہ تمھارا باپ کون ہے؟ بچے نے کہا کہ چرواہا میرا باپ ہے۔ جب جریج رحمۃ اللہ علیہ جیسے بزرگ کو ماں کی بات کا جواب نہ دینے پر سزا دی گئی حالانکہ ان کا مقام و مرتبہ بھی اونچا تھا اور وہ اس قدر نافرمان بھی نہیں تھے تو جو لوگ مرتبہ میں بھی ان سے کم ہیں اور نافرمانی میں بھی ان سے بڑھ کر ہیں، ان کا کیا حال اور انجام ہوگا؟!

سوال: علم کا حصول اور تجارت کا معاملہ تو جہاد جیسا نہیں ہے، کیونکہ جہاد میں مجاہد ہر وقت جان جوکھوں میں ڈالے ہوتا ہے۔ اس میں قتل ہونے یا زخمی ہونے کا اندیشہ ہوتا ہے، جب کہ علم اور تجارت کے میدان میں بظاہر ایسا کوئی خطرہ موجود نہیں ہوتا، پھر سب کا حکم یکساں کیوں ہے؟

جواب: بالغ، سمجھدار اور عقلمند اولاد کو والدین حصول شہادت سے منع کرنے کا اختیار نہیں رکھتے جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا موجود ہے بلکہ کسی کو بھی اختیار حاصل نہیں ہے کہ وہ بلا وجہ اس کو جانے سے روکے، خواہ امام عادل کیوں نہ ہو۔

سوال: اگر اولاد جہاد کے میدان میں قتل ہو جائے تو والدین کی حسرتوں میں اضافہ ہو

گا اور اس سے والدین پر بڑا ضرر (تکلیف) آئے گا؟

جواب: ساری بات کا دارومدار والدین کی اذیت پر ہے، اللہ تعالیٰ نے اذیت کی صورت میں والدین کو اپنی اولاد پر سلطنت (غلبہ وقوت) عطا کی ہے اور اولاد سے اس کا اختیار سلب کیا ہے اور اس پر ان کو اذیت دینا حرام قرار دیا ہے، اگرچہ شہادت میں رب تعالیٰ کی رضامندی موجود ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ جب جہاد پر جانے کی صورت میں والدین کی اذیت کو ملحوظ رکھا گیا ہے تو نفلی حج یا عمرے یا طلب علم یا تجارتی سفر میں بطریق اولیٰ ان کی اذیت کا لحاظ رکھا جائے گا۔ اگر وہ (والدین) اس کو روکیں اور خدا کا واسطہ دیں اور اس کے جانے پر افسردہ اور غمناک ہوں تو اس صورت میں اولاد کا جانا اپنے والدین کو اذیت پہنچانا ہوگا۔

سوال: دونوں چیزیں برابر نہیں ہیں، کیونکہ جہاد کی اذیت زیادہ ہے کہ اس میں قتل ہو جانے کا امکان ہوتا ہے لیکن طلب علم کے لیے جانا ایسا نہیں ہے؟

جواب: دونوں میں فرق کرنا غلط ہے اور تمام نصوص کے خلاف ہے، جیسا کہ فرمان باری ہے: فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ [الاسراء: ۲۳]

اس سے مراد یہ ہے کہ والدین کو اذیت نہ دو، اور اذیت دینا بالا جماع حرام ہے، علاوہ ازیں یہ بات بھی ہے کہ اگر جہاد پر جانا خود کو تباہی کے راستے پر ڈالنا ہے تو پھر ہر طرح کا سفر خود کو ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہوگا۔

◎ جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، مسافر اور اس کا مال ہلاکت کے درپے ہوتا ہے مگر یہ کہ اللہ تعالیٰ حفاظت فرمائے۔'' (الفردوس: ۳/۴۵۴)

نیز ہم یہ بات تسلیم نہیں کرتے کہ آنحضورؐ کا جہاد سے روکنا ہلاکت کی بنا پر تھا،

بلکہ اس کا سبب والدین کی اذیت تھا، کیونکہ حدیث میں باپ اور جہاد کا ذکر ہے، پھر حکم باپ پر مرتب ہوا ہے، حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس کی علت باپ کو قرار دیا۔

◎ آپؐ نے اس شخص سے پوچھا کہ کیا والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں تو آپؐ نے فرمایا:

فارجع اليهما

''یعنی پھر ان ہی کے پاس واپس جاؤ۔''

اس حدیث میں حکم کی تعلیل صراحت کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔لہٰذا یہ جائز نہیں کہ خود صاحب شریعت کی بیان کردہ تعلیل کو ترک کر کے اس کی کوئی اور تعلیل بیان کی جائے۔

نیز طلب علم کا سفر نہ کرنے سے صرف ایک فضیلت کا ترک کرنا لازم آتا ہے، جب کہ والدین کی اطاعت مذکورہ دلائل کی بنا پر واجب ہے اور امرِ واجب کی رعایت رکھنا زیادہ ضروری ہوتا ہے۔

طلب علم کے لیے سفر کرنا

جاننا چاہیے کہ اولاد اگر علم حاصل کرنا چاہتی ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں: مطلوبہ علم کا حاصل کرنا اس پر فرض ہوگا یا فرض نہیں ہوگا۔ اگر اس علم کا حصول فرض ہو تو ایسی صورت میں ماں باپ منع کریں تو ان کی اطاعت اس پر واجب نہ ہوگی، اس کو حصول علم کے لیے سفر کرنا جائز ہوگا، اس لیے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا:

''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی صورت میں کسی کی بھی اطاعت جائز نہیں ہے۔'' (مسلم ۱۸٤۰۔ ابوداود ۵/ ۲٦۲)

اور اگر اس علم کا حصول اس پر فرض نہ ہو بلکہ نفل ہو اور وہ محض علم میں وسعت پیدا کرنے

کی غرض سے سفر کرنا چاہتا ہو اور اس سے پہلے علم الفرائض کی تحصیل کر چکا ہو تو اس صورت میں والدین کی اطاعت ایسے نفلی علم پر مقدم ہوگی، اس لیے کہ نفلی علم کا حصول تقرب خداوندی کا ذریعہ ہوتا ہے۔ اور نبی کریم ﷺ نے نفلی جہاد پر والدین کی صحبت کو ترجیح دی ہے۔

اور اگر اس کو اپنے شہر میں ہی علم وفقہ کے مسائل پڑھنے کا موقع میسر ہو، اس کے باوجود وہ دوسرے شہر جانا چاہتا ہو تو والدین کی اجازت کے بغیر سفر کرنا جائز نہیں ہوگا، کیونکہ وہ علم کا فرض درجہ حاصل کرنے کے لیے تو سفر نہیں کر رہا ہے۔ اگر سفر سے مقصود کتاب وسنت کا تفقہ، اجماع کی معرفت، اختلاف ائمہ کے مواقع اور قیاس کے مراتب جاننا ہو تو اگر اسے یہ سہولت شہر کے اندر حاصل ہو رہی ہو تو والدین کی اجازت کے بغیر دوسرے شہر جانا اس کے لیے جائز نہیں ہے اور اگر اپنے شہر میں ایسی سہولت میسر نہ ہو تو دوسرے شہر جا سکتا ہے، والدین کے منع کرنے کی صورت میں ان کی اطاعت لازم نہیں ہے، اس لیے کہ مجتہدین کے درجات کی تحصیل فرض کفایہ ہے۔

اسی بنا پر امام سحنون التنوخی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص علوم کو محفوظ کرنے اور امامت کی اہلیت رکھتا ہو اس پر فرض ہے کہ ان علوم کو حاصل کرے، انہوں نے اس آیت کریمہ سے استدلال کیا ہے۔

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ [آل عمران: ۱۰۴]

''تم میں سے ایک قوم ایسی ہونی چاہیے جو خیر کے کاموں کی طرف دعوت دے اور نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرتی رہے۔''

مشتبہ امور میں والدین کی اطاعت کے احکام

مشتبہ امور (جس کا حکم واضح نہ ہو) اس میں بھی والدین کی اطاعت واجب

ہے، مثلاً: اگر بیٹا، کھانے پینے کے معاملہ میں انتہائی محتاط ہو اور اس کے ماں باپ بازار سے کھاتے ہوں اور کھانے پینے کے معاملہ میں محتاط نہ ہوں اور بیٹا اگر علیحدہ کھائے تو انہیں اذیت پہنچتی ہو تو اس پر واجب ہے کہ ماں باپ کی اطاعت کرتے ہوئے ان کے ساتھ کھانا کھائے، کیونکہ مشتبہ امر کا ترک کرنا تقویٰ اور ورع ہے۔ اور والدین کی اطاعت غیر معصیت میں واجب ہے، یہی حکم ان کے ساتھ رہائش اختیار کرنے کا ہے۔

سوال: مشتبہ چیز کا ارتکاب ممنوع قرار دیا گیا ہے اور والدین کی اطاعت کا اولاد کو حکم دیا گیا ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ اطاعت والدین کے حکم کو مشتبہ چیز کی ممانعت پر ترجیح دی گئی ہے؟

جواب: اس کی وجہ ہم پہلے بھی بیان کر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے والدین کو اذیت دینا حرام قرار دیا ہے، اب اس کی مخالفت کرنے میں امرِ حرام کا ارتکاب لازم آتا ہے، جبکہ مشتبہ چیز کے ارتکاب سے امرِ حرام لازم نہیں آتا۔

سوال: اگر اولاد تجارتی سفر یا مال و دولت کے حصول کے لیے سفر کرنا چاہے تو کیا حکم ہے؟

جواب: ہم دیکھیں گے کہ اگر اس سفر سے بھی وہ اتنے ہی کسب معاش کی امید رکھتا ہے جتنی امید اس کو یہاں (اپنے شہر) میں رہتے ہوئے ہے تو پھر اجازت کے بغیر نہ جائے اور اگر اسے اس سے زیادہ کی توقع ہے تو دیکھیں گے کہ اگر اسے یہاں پر بقدر کفایت مال حاصل ہے اور محض مال بڑھانے کی غرض سے جانا چاہتا ہے تو والدین اسے اجازت بھی دے دیں تو ہم اسے جانے سے منع کریں گے اور اگر اس صورت میں والدین اسے منع کرتے ہیں تو پھر تو اسے نہیں جانا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

أَلْهَاكُمُ التَّكَاثُرُ ۝ حَتَّىٰ زُرْتُمُ الْمَقَابِرَ ۝ كَلَّا سَوْفَ تَعْلَمُونَ ۝ [التکاثر]

''غافل کیا تم کو کثرت نے، یہاں تک کہ تم نے قبروں کی زیارت کی،
ہرگز نہیں عنقریب تم جان لوگے، پھر ہرگز نہیں عنقریب تم جان لوگے۔''

اگر وہ ذاتی یا ملی مفادات کی خاطر سفر کرنا چاہتا ہو اور سفر نہ کرنے سے عوام الناس ایک ضررِ عظیم سے دوچار ہو سکتے ہوں تو ایسی صورت میں والدین کی اطاعت لازم نہ ہوگی بلکہ جس طرح اولاد پر والدین کو اذیت پہنچانا حرام ہے اسی طرح والدین پر بھی اولاد کو اذیت پہنچانا حرام ہے، جیسا کہ حضور انور ﷺ نے فرمایا:

((لاضرر ولاضرار))

یعنی اسلام میں نہ تو ابتداءً نقصان پہنچانا جائز ہے اور نہ ہی نقصان کے بدلے میں کسی کو نقصان پہنچانا جائز ہے۔ (المعجم الاوسط ۵/۵۳۸۔ابن ماجہ ۲۳۴۰)

آنحضور ﷺ کا یہ فرمان لاضرر ولاضرار ایک عادلانہ کلام ہے اس سے بہت سے اشکالات اور مسائل حل ہو جاتے ہیں۔ مثلاً: اگر بھوک کے مارے سب لوگ ہلاکت کے قریب پہنچ جائیں اور ولد کے پاس اتنا کھانا موجود ہو جس سے وہ اپنی زندگی کی رمق بچا سکتا ہو تو وہ والدین کو چھوڑ کر وہ لقمہ خود کھا سکتا ہے۔

سوال: کیا امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کا یہ قول نہیں ہے کہ جب لڑکا بالغ ہو جائے تو پھر وہ جہاں چاہے جا سکتا ہے، اس کے والدین کو منع کرنے کا حق حاصل نہیں ہے؟

جواب: یہ حضانت کا مسئلہ ہے، اس لیے کہ بالغ ہونے سے قبل اس کے تمام امور کا اختیار صرف اس کے سرپرست کو حاصل ہوتا ہے، بچہ کو کوئی اختیار حاصل نہیں ہوتا، لیکن جب وہ بالغ ہو جائے تو اس پر حقوق حضانت میں سے کوئی حق باقی نہیں رہتا تو پھر وہ جہاں چاہے جا سکتا ہے۔ پس بلوغ، احکام حضانت کو ساقط کرنے والا ہے اور اس (بلوغ) سے برّ وعقوق (فرماں برداری اور نافرمانی) کے احکام لازم ہوتے

ہیں۔ بالغ ہونے سے پہلے مکلّف نہ ہونے کی وجہ سے عقوق (نافرمانی) کا تحقق نہیں ہوگا اور بالغ ہونے کے بعد مکلّف ہونے کی بنا پر عقوق کے احکام لاگو ہوں گے۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے قول کا مطلب

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے جو فرمایا کہ ''جہاں چاہئے جاسکتا ہے'' اس کا معنی یہ ہے کہ وہ حضانت کے احکام سے نکل گیا ہے۔ جب بالغ ہونے سے وہ مکلّف ہوگیا تو اب والدین کو اذیت دینا اس پر حرام ہوگا اور اس پر بر و عقوق کے احکام آخر دم تک لاگو اور نافذ رہیں گے۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عقوق کے احکام کا بالکل ذکر نہیں فرمایا، اس کی دلیل وہ روایت ہے جو کتاب کے آغاز میں گزری ہے کہ ایک آدمی نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میرے والد کا سوڈان کے کسی علاقے سے خط آیا ہے کہ میں ان کے پاس آجاؤں لیکن میری والدہ مجھے جانے سے منع کرتی ہیں، میں کیا کروں؟ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اپنے والد کی اطاعت کرو اور اپنی والدہ کی نافرمانی نہ کرو۔

سوال: امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے یہ بھی تو فرمایا ہے کہ: ''پھر اس کے ماں باپ کو حق نہیں کہ اولاد کو منع کریں؟''

جواب: اس کا مطلب یہ ہے کہ والدین کو (بالغ ہونے کے بعد) حضانت کے کسی حکم کی بناء پر منع کرنے کا حق نہیں ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ انہیں کوئی اذیت بھی نہ پہنچے۔ لیکن جب وہ بالغ ہو جائے اور تصرفات کا مالک ہو جائے تو احکامِ تکلیف اس کے لیے ثابت ہونگے اور وہ اس حکم الٰہی کا پابند ہوگا ''فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ'' (ان سے اف تک نہ کہو) اسی طرح دیگر احکام بھی اس پر لاگو ہوں گے، پس اگر اس کے سفر سے والدین تکلیف اور غم و حزن سے دوچار ہوتے ہوں تو اس کے لیے سفر کرنا حرام ہوگا۔ علاوہ ازیں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے جواب میں ایسی کوئی بات موجود نہیں ہے جو اولاد کے

لیے سفر کے جواز پر دلالت کرتی ہو، کیونکہ ان کے اس قول کا معنی بس یہ ہے کہ پھر وہ اپنی ذات کا مالک ہو جاتا ہے، شہر میں جہاں جانا چاہے جا سکتا ہے اور جہاں چاہے رات بسر کرسکتا ہے۔غور کریں کہ اگر وہ ایسی جگہ رات بسر کرتا ہے جو شک و شبہ کا محل ہے اور وہ جگہ فسق و فجور کی ہے اور والدین اس سے منع کریں تو ان کی اطاعت لازم ہوگی۔ کیونکہ اولاد کی غلط راہ روی سے ان کو اذیت پہنچتی ہے۔

نفلی امور میں والدین کی مخالفت

ابونصر ابن ابن الصباغ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''والدین کی اجازت کے بغیر جہاد نہ کرے اور تجارت اور علم کے لئے سفر کی ان سے اجازت لینا مستحب ہے، واجب نہیں ہے۔''

ابونصر الصباغ رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ جہاد کے لیے اجازت لینا اس لیے واجب ہے کہ جہاد میں جان کو ہلاکت میں ڈالنا ہوتا ہے لیکن تجارت اور طلب علم کے لیے اجازت لینا واجب نہیں ہے۔ کیونکہ اس میں دین اور دنیا کو حاصل کرنا ہے۔لیکن اگر والدین تجارت اور علم کے سفر سے منع کریں تو اس صورت کا ذکر کرنا ابونصر رحمۃ اللہ علیہ نے نہیں کیا بلکہ اس صورت کا ذکر کرنا ان کا مقصود ہی نہیں ہے۔اور اگر مراد یہ ہو کہ والدین کو اس سفر سے منع کرنے کا حق نہیں ہے تو یہ مجمل قول ہے، ابونصر رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کوئی صورت بیان نہیں فرمائی۔اور اگر تجارت سے ان کی مراد ایسی تجارت ہو کہ اس کے ترک کرنے سے نقصان ہوسکتا ہو اور علم سے مراد ایسا علم ہو جس کا سیکھنا اس پر واجب ہے تو یہ درست ہے۔اور اگر اس سے مراد مال و دولت میں وسعت پیدا کرنا ہو تو اس کا حکم ہم بیان کر چکے ہیں۔اسی طرح اگر علم سے ان کی مراد نفلی علم ہو تو ہم اس کی وضاحت بھی پہلے کر چکے ہیں کہ اس صورت میں والدین کی اطاعت فرض ہوگی

اور نفلی علم کی تحصیل پر والدین کی اطاعت مقدم ہوگی۔

ابونصر الصباغ کا جہاد اور دوسرے اسفار میں فرق کرنا غلط ہے، جیسا کہ ہم اس کا ابطال پہلے بھی بیان کر چکے ہیں، مثلاً: آنحضور ﷺ کا بیٹے کو فرمانا، واپس جاؤ اور ان کو اسی طرح ہنساؤ جس طرح تم نے ان کو رلایا ہے۔ (حوالہ سابقہ)

نیز آپ ﷺ کا ایک دوسرے شخص سے پوچھنا کہ ''کیا تم اللہ تعالیٰ سے اجر کے طلب گار ہو؟ اس نے کہا کہ ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے والدین کے پاس جاؤ اور ان کے ساتھ حسن معاشرت سے رہو۔'' (حوالہ سابقہ)

سوال: ہم اس حکم کو استحباب پر محمول کر سکتے ہیں اور اس پر دو دلیلیں ہیں:

۱ آپ ﷺ کا فرمانا: ''کیا تم اللہ تعالیٰ سے اجر کے طلب گار ہو۔'' چنانچہ آپ ﷺ نے اس پر حکم کو لازم نہیں کیا بلکہ اس کا اسے اختیار دیا۔

۲ ارشاد باری ہے:

فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ [البقرہ:۲۳۲]

''تم ان عورتوں کو اپنے ازواج سے نکاح کرنے سے منع نہ کرو۔''

وجہ استدلال یہ ہے کہ یہ نکاح یا تو مباح ہوگا یا مستحب ہوگا، اگر مباح ہو تو ولی کو اس سے منع کیا گیا ہے اور اگر مستحب ہو تو امر مستحب کو باپ کی اطاعت پر مقدم قرار دیا گیا ہے اس سے معلوم ہوا کہ والدین کی اطاعت نفلی امور کے ترک کرنے میں واجب نہیں ہے، لہٰذا جب والدین مستحب امر کے ترک کرنے کی دعوت دیں تو اس میں ان کی اطاعت نہیں ہوگی؟

جواب: حدیث میں جو تاویل کی گئی یہ درست نہیں ہے، کیونکہ آپؐ کے ارشاد میں یہ الفاظ نہیں ہیں۔ کیونکہ آپؐ کے ارشاد میں یہ الفاظ ہیں:

((ارجع الیھمافاضحکھما کما ابکیتھما))

''یعنی واپس جاؤ اور ان کو اسی طرح ہنساؤ جس طرح تم نے ان کو رلایا۔''

اس حدیث میں آپ ﷺ نے اس پر والدین کی طرف واپس جانے کو لازم قرار دیا ہے بلکہ جہاد اور صحبت نبوی ﷺ پر اس کو فوقیت دی ہے۔ اور دوسری حدیث میں آپ ﷺ کا یہ فرمانا، ''کیا تم اللہ تعالیٰ سے اجر کے طلب گار ہو؟ اور اس شخص کا کہنا کہ جی ہاں'' تو اس حدیث میں آپ ﷺ نے اسے اختیار دیا ہے اس پر حکم کو لازم نہیں کیا، لیکن اس حدیث میں یہ بات موجود نہیں کہ والدین نے اسے منع کیا تھا اور وہ اس کے جانے سے غمزدہ اور پریشان بھی تھے۔

حالانکہ محلِ اختلاف یہ امر ہے کہ والدین منع کرتے ہوں اور وہ اس (بیٹے) کی جدائی پر غمزدہ ہوں تو کیا ان کی اجازت کے بغیر سفر کرسکتا ہے یا نہیں؟ اس بات کی مذکورہ حدیث میں کوئی صراحت موجود نہیں ہے۔ اگر والدین منع نہ کریں تو ان کے پاس رہنا واجب نہیں ہوگا بلکہ نفل ہوگا، جب کہ نبی کریم ﷺ نے اس صورت میں بھی صحبت والدین کو اپنی صحبت بابرکات اور نفلی جہاد پر مقدم رکھا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''ان کے پاس واپس جاؤ۔''

اور آیت مذکورہ سے استدلال بھی درست نہیں ہے۔ کیونکہ یہ آیت کریمہ معقل بن یسار رضی اللہ عنہ اور ان کی بہن کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ البتہ اس آیت سے بالاجماع عمومِ حکم مراد ہے کہ باپ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ اپنی بیٹی کو نکاح کرنے سے منع کرے، لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ نکاح سے منع کرنے کی صورت میں باپ کی اطاعت، بیٹی پر واجب نہیں ہے، کیونکہ اولاد پر والدین کی اطاعت اس صورت میں

واجب ہوتی ہے جب والدین کو کوئی ضرر یا اذیت لاحق ہوتی ہو جبکہ اپنی بیٹیوں کی شادی کرنے میں والدین کو اذیت کے بجائے انتہائی خوشی حاصل ہوتی ہے، بلکہ گھروں میں ان کو بٹھائے رکھنا والدین کے لیے ضرر، اذیت اور بُرے انجام سے خوف کا سبب ہوتا ہے۔ یہ ایسا مسئلہ ہے جس میں تمام عقلاء کا اتفاق ہے کہ اولاد کے سفر سے والدین غمزدہ ہوتے ہیں اور ان کی شادی سے مسرور اور خوش ہوتے ہیں۔ علاوہ ازیں نکاح سے شرمگاہ اور دیگر اعضاء کی محرّمات (ممنوعات) سے حفاظت ہوتی ہے اور اسی سے نسل کی بقاء وابستہ ہے۔ نیز اس بات کا تعلق والدین کی اطاعت پر نفلی امور کی تقدیم سے نہیں ہے بلکہ یہ بات تو انسانی حقوق سے تعلق رکھتی ہے، پس باپ پر واجب ہے کہ بیٹی کو اس کا مذکورہ حق پورا پورا دے، یعنی اس کے عقد (نکاح) کا بندوبست کرے اور اس کا یہ حق، حقوق انسانی میں سے ہے۔ اس کی صورت ایسی ہے جیسے اگر والدین کے ذمہ اولاد کا قرض ہو اور اولاد کو اس کی ضرورت بھی ہو اور والدین کو اس (مال) کی ضرورت نہ ہو تو والدین پر واجب ہوتا ہے کہ اولاد کا حق پورا پورا ادا کر دیں۔

ہم اس سے پہلے بھی وضاحت کر چکے ہیں کہ والدین کی اطاعت کا وجوب، اولاد کی اذیّت سے مشروط ہے۔ علاوہ ازیں امام مالکؒ نے فرمایا: ''اگر باپ پہلی بار نکاح کا پیغام لانے والے کو منع کرے (اس کا پیغام رد کر دے) تو وہ (آیت مذکورہ کی نہی کے مطابق) نکاح سے منع کرنے والا نہیں ہوگا۔''

سننِ راتبہ کا حکم

سوال: کیا سنتوں کے ترک کرنے میں والدین کی اطاعت واجب ہے؟

جواب: سنن راتبہ (مؤکدہ سنتیں) جیسے مسجد میں جماعت کے ساتھ شریک ہونا، فجر کی دو سنتیں، نماز وتر وغیرہ۔ اگر والدین، ان سنتوں کے دوران اپنے کسی کام کے لیے

بلائیں تو اگر کبھی کبھار ایسا ہوتا ہو تو والدین کی اطاعت کرے اور اگر ہمیشہ بلاتے ہوں تو پھر اطاعت لازم نہیں ہوگی، کیونکہ اس صورت میں شعائر اسلام کا ترک کرنا لازم آتا ہے۔

◎ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں نے ارادہ کیا کہ کسی کو لکڑیاں جمع کرنے کا حکم دوں، پھر نماز کا حکم دوں پھر اس کے لیے اذان دی جائے، پھر میں کسی آدمی کو نماز پڑھنے کا حکم دوں، پھر ایسے لوگوں کے پاس جاؤں جو جماعت میں شریک نہیں ہوتے اور ان کے گھروں کو جلا ڈالوں۔'' (البخاری ٦٥٧ - مسلم ٦٥١)

◎ رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کرنا

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا، یارسول اللہ! مجھے ایسا عمل بتادیں جو مجھے جنت میں داخل کردے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراو، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور رشتہ داروں سے حسن سلوک کرو۔'' (حوالہ سابقہ)

◎ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کامل صلہ رحمی کرنے والا وہ نہیں ہوتا جو بدلہ چکانے والا ہو بلکہ کامل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہے جب اس سے رشتے ناتے توڑے جائیں تو وہ ان رشتوں کو جوڑے۔'' (حوالہ سابقہ)

◎ مروی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ میں اللہ ہوں، میں رحمان ہوں، میں نے رحم کو پیدا کیا اور اپنے نام سے اس کا نام مشتق کیا، پس جو شخص اس کو جوڑے گا، میں اس کو (اپنی رحمت سے) جوڑوں گا اور جو اس کو توڑے گا میں اس کو رحمت سے) توڑوں گا۔''

(مستدرك الحاكم ٤/ ١٥٧ - صحیح ابن حبان ٢/ ١٧٨)

افضل انسان کون ہے؟

◎ حدیث مبارک میں ہے کہ کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! کونسا انسان افضل ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''وہ شخص سب سے افضل ہے جو اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو اور سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہو، سب سے زیادہ نیکی کا حکم اور برائی سے منع کرنے والا ہو۔''

(مسند احمد ۴۳۳/۶۔مصنف ابن ابی شیبہ ۲۱۸/۵

◎ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میرے خلیل ﷺ نے مجھے وصیت فرمائی کہ ''میں صلہ رحمی کروں اگرچہ دوسرا قطع رحمی کرے، اور مجھے حکم دیا کہ میں حق بات کہوں اگرچہ کڑوی ہو۔'' (صحیح ابن حبان ۱۹۴/۲۔مصنف ابن ابی شیبہ ۸۱/۷)

◎ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے آزاد کردہ غلام، کریب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت میمونہ بنت حارث (زوجہ مطہرہ) نے ایک باندی آزاد کی اور آنحضرت ﷺ سے اجازت نہیں لی۔ جب ان کی باری کا دن آیا تو انہوں نے آنحضور ﷺ کو باندی آزاد کرنے کی خبر دی تو آپ ﷺ نے فرمایا، کیا واقعی تو نے باندی کو آزاد کیا ہے! حضرت میمونہؓ نے کہا کہ جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا (اللہ تعالیٰ تجھے اجر سے نوازے) اگر تم وہ باندی اپنے ماموں کے رشتہ داروں کو دے دیتے تو تجھے عظیم اجر ملتا۔'' (البخاری ۲۵۹۲۔مسلم ۹۹۹۔ ابوداود ۱۶۹۰)

◎ زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب آنحضور ﷺ مکہ مکرمہ کی طرف تشریف لے گئے تو راستے میں ایک آدمی آپ ﷺ کے سامنے پیش ہوا اور اس نے کہا کہ اگر آپ ﷺ گوری رنگ کی عورتیں اور گندمی رنگ کے اونٹ چاہتے ہیں تو بنو مدلج سے لے لیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اس سے منع فرمایا ہے، کیونکہ

بنو مدلج کے لوگ آپس میں نہ صلہ رحمی کرتے ہیں اور اپنے عمدہ اونٹ ذبح کرتے ہیں۔'' (تخریج احادیث الاحیاء ۱۹۲/۴۔النہایہ ۲۲۲/۴)

رشتے داروں پر صدقہ کرنا بہت بڑی نیکی ہے

◎ منقول ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کے چند باغات تھے جو انہیں بہت محبوب تھے، ایک دن انہوں نے عرض کی: یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۚ [آل عمران: ۹۲]

''اور تم نیکی کو نہیں پا سکتے جب تک کہ تم اپنی محبوب چیز خرچ نہ کردو۔''

مجھے بیرحاء کا مال بہت محبوب ہے، میں اس کو اللہ کے لیے صدقہ کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ کے ہاں اس پر اجر وثواب اور ذخیرہ کی امید رکھتا ہوں، پس اے اللہ کے رسول ﷺ! آپ ﷺ اس مال کو لگالیں جہاں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو بتائیں، آنحضورؐ نے فرمایا: ''واہ واہ! یہ نفع مند مال ہے، یہ نفع مند مال ہے، جو کچھ تم نے کہا، میں نے سن لیا، میرا خیال ہے کہ تم یہ مال اپنے رشتہ داروں میں تقسیم کردو، ابو طلحہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یا رسول اللہ! میں ایسا ہی کروں گا، چنانچہ انہوں نے وہ مال (باغات) اپنے عزیز و اقارب اور چچازاد بھائیوں میں تقسیم کردیا۔'' (البخاری ۱۴۶۱۔مسلم ۹۹۸)

◎ نیز مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''بغض و کینہ رکھنے والے رشتہ دار پر صدقہ کرنا بہترین صدقہ ہے۔'' (مستدرک الحاکم ۴۰۶/۱)

◎ عبداللہ بن ابی الجعد رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: نیکی اور صلہ رحمی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے اور دعا تقدیر کو ٹالتی ہے''

(مستدرک احاکم ۴۹۳/۱)

◎ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ (نیکی) ہے اور (بغض رکھنے والے) رشتہ دار پر صدقہ کرنا دو صدقے کرنا ہے۔'' (ایک صدقہ اور دوسرا صلہ رحمی)''۔(ترمذی ۶۵۸۔ابن ماجہ ۱۸۴۴)

صلہ رحمی کی اہمیت

◎ حدیث میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میرے رشتے دار ہیں، میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ قطع تعلق کرتے ہیں، میں درگزر کرتا ہوں اور وہ ظلم کرتے ہیں اور میں ان کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہوں اور وہ میرے ساتھ بُرا سلوک کرتے ہیں، کیا میں بھی ان کے ساتھ بدلے والا معاملہ کیا کروں؟ آپؐ نے فرمایا: ''نہیں'' ورنہ تم بھی ان کے ساتھ شریک ہو جاؤ گے، تم درگزر کیا کرو اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرو، جب تک تم اس پر قائم رہو گے، اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک مددگار ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے گی۔

(مسند احمد ۲/۱۸۱۔مجمع الزوائد ۸/۱۵۴)

نیز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں قطع رحمی کرنے والا موجود ہو۔'' (شعب الایمان ۶/۲۲۳۔ الادب المفرد ۳۶)

◎ حدیث میں ہے کہ ''صلہ رحمی ایسا عمل ہے کہ اس کا بدلہ فوری طور پر ملتا ہے۔'' (شعب الایمان ۶/۲۲۳۔الادب المفرد ۳۶۔المعجم الاوسط ۲/۱۹۔مجمع الزوائد ۴/۱۸۰)

◎ مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ارواح مجتمع لشکر ہیں، پس ان میں سے جو آپس میں پہچان رکھتی تھیں ان میں باہمی الفت ہے اور جو انجان تھیں وہ الگ الگ ہیں۔'' (بخاری ۳۳۳۶۔مسلم ۲۶۳۸)

آباواجداد کا حکم

آنحضور ﷺ نے فرمایا: جب قول وعمل میں تضاد اور دلوں میں بغض پیدا ہو جائے گا اور رشتے ناطے توڑے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنی رحمت سے دور کر دیں گے اوران کو اندھا بہرا کر دے گا۔" (المعجم الاوسط ۱۶۱/۲۔ المعجم الکبیر ۲۶۳/۶)

سوال: آباءاجداد کے متعلق کیا حکم ہے؟

جواب: میرے علم کے متعلق آباءاجداد کا مرتبہ والدین کے برابر نہیں ہے، اس پر چند دلائل پیش کیے جاتے ہیں:

۱ چونکہ ان پر والدین کا اطلاق نہیں ہوتا، اس لیے وہ اس آیت کریمہ کے تحت داخل نہ ہوں گے۔

اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ [لقمان:۱۴]

اسی طرح اس آیت مبارکہ کے حکم میں بھی داخل نہ ہوں گے:

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا [الاسراء:۲۳]

ان کو "آباء" بطور مجاز کے کہا جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ان سے صفت کا سلب درست ہوتا ہے، یعنی اپنے دادا کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ: "یہ میرا والد نہیں ہے" معلوم ہوا کہ ان کو "آباء" مجازاً کہہ دیتے ہیں، اور اصول فقہ میں یہ بات وضاحت سے موجود ہے کہ ایک ہی لفظ سے اس کے حقیقی اور مجازی معنی مراد نہیں لیے جا سکتے۔

۲ نیز آباواجداد، اس آیت کریمہ:

اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا [الاسراء:۲۳]

میں بھی داخل نہیں، اگر وہ بھی مراد ہوتے تو یوں فرمایا جاتا:

'احدهم او کلهم

''یعنی ان میں سے ایک یا سب بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں۔''

﴿۳﴾ ◎ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! میری حسن صحبت کا سب سے زیادہ کون حق دار ہے؟ آپؐ نے فرمایا: ''تمھاری والدہ'' اس نے کہا کہ پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا کہ ''تمھاری والدہ'' اس نے کہا کہ پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: ''تمھاری والدہ'' اس نے پوچھا کہ پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا کہ ''پھر تمہارے والد، پھر درجہ بدرجہ جو تمھارے زیادہ قریب ہو۔''

(حوالہ سابقہ)

◎ سنن ابی داؤد میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ! حسن سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپؐ نے فرمایا کہ تمھارے ماں باپ، بہن بھائی اور وہ آقا جو اس کا ولی ہو اور یہ واجب حق ہے اور ایسا رشتہ ہے جس کو جوڑنے کا حکم ہے'' اس حدیث میں آنحضرت ﷺ نے آباء واجداد کا ذکر تو نہیں فرمایا، البتہ ماں باپ کے بعد دیگر رشتہ داروں میں قریب سے قریب تر کے اعتبار سے حسن سلوک کا حکم دیا ہے۔

(حوالہ سابقہ)

﴿۴﴾ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے یوں ارشاد فرمایا:

((امك ،ثم امك ، ثم اباك))

''یعنی تمھاری والدہ، پھر تمھاری والدہ، پھر تمھارا والد زیادہ حق دار ہے۔''

اگر آباء واجداد بھی مراد ہوتے تو جمع کے صیغہ کے ساتھ ذکر کیا جاتا۔

﴿۵﴾ اللہ تعالیٰ نے وَبِـالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ''والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو'' کی

علت یہ بیان فرمائی کہ:

وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا [الاسراء:۲٤]

''اور آپ ﷺ فرمائیں کہ پروردگاران دونوں پر رحم فرما جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔''

یہ آیت مذکورہ مسئلہ کی تعلیل کے بارے میں صریح ہے، کیونکہ اولاد کی تربیت (پرورش) اس کے والدین ہی کیا کرتے ہیں۔ دیگر آبا واجداد اور رشتے دار تربیت نہیں کرتے۔ اسی لیے خصوصیت سے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے۔

ذوی الارحام سے کیا مراد ہے؟

بعض علماء فرماتے ہیں کہ صلہ رحمی اس وقت واجب ہوتی ہے جب کہیں محرمیت کا رشتہ موجود ہو اور محرمیت ہر ان دو شخصوں میں ثابت ہوتی ہے کہ اگر ان میں سے ایک کو مرد اور دوسرے کو عورت فرض کر لیا جائے تو ان کا آپس میں نکاح جائز نہ ہوتا ہو، جیسے ماں باپ، بہن بھائی، دادا دادی، اسی طرح اوپر تک کا سلسلہ، اور اولاد اور ان کی اولاد، اسی طرح نیچے تک کا سلسلہ۔ اور چچا پھوپھی، خالو خالہ لیکن ان کی اولاد کے درمیان صلہ رحمی واجب نہیں ہے، کیونکہ اولاد کا آپس میں نکاح ہو سکتا ہے۔ اس قول کے صحیح ہونے کی دلیل یہ ہے کہ نکاح میں دو بہنوں کو جمع کرنا اور عورت اور اسکی پھوپھی یا خالہ کو جمع کرنا اس وجہ سے حرام ہے کہ غیرت کی وجہ سے ان کے درمیان قطع رحمی پیدا ہو سکتی ہے، اگر ان کو نکاح میں جمع کیا جائے تو ان کا آپس میں قطع تعلق ہو گا اور قاعدہ ہے کہ ہر وہ کام جو کسی واجب امر کے قطع کا سبب بنتا ہو وہ حرام ہے۔ اور نکاح میں چچازاد بہن اور ماموں زاد بہن کو جمع کرنا جائز ہے، اگرچہ ان کا آپس میں قطع تعلق پیدا

ہو، کیونکہ ان میں صلہ رحمی واجب نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ ان کا آپس میں نکاح کرنا جائز ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مفہوم کا لحاظ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ محرم رشتہ دار کے درمیان رجوع فی الھبۃ حرام ہے اور محرم رشتہ دار ہر وہ دو شخص ہیں کہ اگر ایک کو مرد اور دوسرے کو عورت مان لیا جائے تو ان کا آپس میں نکاح نہ ہو سکے، محرم رشتہ دار کے درمیان رجوع فی الھبۃ اس لیے ممنوع ہے کہ یہ قرابت اس مال کے صلہ رحمی ہونے کا تقاضا کرتی ہے، پس اسے واپس لینا قطع رحمی کا موجب بنے گا۔''

(مصنف کتاب) فرماتے ہیں کہ حدیث مبارک میں آتا ہے کہ ''اللہ تعالیٰ رشتہ داری کے متعلق سوال کریں گے، اگرچہ چالیس کا فاصلہ ہو۔'' اگر یہ حدیث صحیح درجہ کی ہے۔ (واللہ اعلم) تو اس کا تقاضا یہ ہے کہ صلہ رحمی کے سلسلہ میں محرمیت کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ صلہ رحمی بہر صورت واجب ہے، خواہ محرم رشتہ دار ہو یا کوئی اور ہو۔

فقہاء کرام کے ہاں ذوی الارحام کا معروف معنی یہ ہے کہ ہر وہ رشتہ دار جو نہ عصبہ میں سے ہو اور نہ ہی حصہ دار ہو، وہ ذوی الارحام میں داخل ہے، جیسے بہنوں کے بیٹے، بھائیوں کی بیٹیاں، بھائیوں کی ماں شریک اولاد، پوتیوں کی اولاد، چچاؤں، ماموؤں اور خالاؤں کی بیٹیاں اور ان کی اولاد، ماں کی طرف سے چچا اور ان کی اولاد، باپ یا ماں کی طرف سے پھوپھیاں اور دادیاں وغیرہ۔

رشتہ داروں کو ہدیے دینا

ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

''حضرت عمر رضی اللہ عنہ، رضائے خداوندی کی خاطر اپنے عزیز و اقارب کو ہدیے دیا کرتے تھے، میں بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر اپنے رشتہ داروں کو ہدیے دیتا ہوں مگر

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا شخص دیکھا نہیں گیا۔'' (عیون الاخبار: ۸۵/۳)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کولکھا کہ ''رشتہ داروں کو حکم دو کہ وہ آپس میں ایک دوسرے سے ملا کریں اور ایک دوسرے کے پڑوسی نہ بنیں۔'' (ایضاً ۸۸/۳)

اس کی وجہ یہ ہے کہ مال و دولت سرسبز اور شیریں چیز ہے اور پڑوسی ہونا، حقوق میں مزاحمت اور فوائد کے حصول کا موجب ہوتا ہے، اس سے قلبی وحشت اور قطع رحمی جنم لیتی ہے۔

محارب بن دثار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''ابرار نام رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے آباء اور ابناء (اولاد) دونوں کے ساتھ نیک سلوک کرتے ہیں'' جس طرح والد کا اولاد پر حق ہوتا ہے اسی طرح اولاد کا بھی والد پر حق ہے۔

ایک دانا شخص کا قول ہے کہ:

((الصلة بقاء والقطيعة مصيبة))

''یعنی صلہ رحمی بقاء کا اور قطع رحمی مصیبت کا سبب ہے۔''

صلہ رحمی کے بارے میں احتیاط کرنا

نیز کہا جاتا ہے کہ جو قریبی رشتہ دار سے صلہ رحمی نہیں کرتا اللہ تعالیٰ اس کے لیے دور کا رشتہ دار ظاہر کر دیتے ہیں۔ عمرو بن دینار رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: ''تین چیزوں کے بارے میں احتیاط سے کام لو، کیونکہ وہ چیزیں رحمان کے عرش سے متعلق ہیں۔ ایک نعمت، نعمت کہتی ہے کہ اے پروردگار! میرا انکار کیا جاتا ہے، دوسری امانت، وہ کہتی ہے کہ پروردِگار! مجھے کھایا جاتا ہے، تیسرا رحم (رشتہ داری) وہ کہتا ہے کہ میرے ساتھ قطع تعلق کیا جاتا ہے۔'' (الترغیب والترہیب ۲۲۹/۳)

صلہ رحمی سے حساب کتاب آسان ہوتا ہے

جعفر بن محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صلہ رحمی سے حساب کتاب آسان ہو جاتا ہے،
پھر انہوں نے یہ آیت کریمہ پڑھی:

وَالَّذِیْنَ یَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَنْ یُّوْصَلَ وَ یَخْشَوْنَ رَبَّھُمْ وَ یَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ [الرعد: ۲۱]

''اور جو لوگ اس چیز کو جوڑتے ہیں جس کے جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے اور اپنے رب سے ڈرتے ہیں اور برے حساب سے خوف زدہ رہتے ہیں۔''

ایک دیہاتی آدمی سے کسی نے پوچھا کہ تم چچازاد بھائی کے متعلق کیا رائے رکھتے ہو؟ اس نے کہا کہ وہ تمھارا بھی دشمن ہے اور تمھارے دشمن کا بھی دشمن ہے۔

منقول ہے کہ عرب کا ایک معزز آدمی کسی بادشاہ کے پاس گیا اور اس کے بھائی کی برائی کرنے لگا، اس مجلس میں ایک آدمی بیٹھا ہوا تھا جسے اس شخص سے بغض و عداوت تھی وہ بھی اس کی بات میں شریک ہو گیا اور اس کی برائیاں کرنے لگا، بادشاہ نے کہا کہ ''ٹھہرو! میں اپنا گوشت خود کھاؤں گا، کسی اور کے لیے نہیں چھوڑوں گا۔''

کہا جاتا ہے کہ جو شخص کسی مصیبت سے دوچار نہ ہوا ہو اس کیلئے والدین کی نافرمانی کرنا ہی ایک عظیم مصیبت ہے۔

صلہ رحمی کے فائدے

حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ ''جو شخص مجھے ایک چیز کی ضمانت دے دے میں اس کے لیے چار چیزوں کی ضمانت دوں گا'' جو شخص صلہ رحمی کرے گا اس کی عمر دراز ہوگی، اس کا گھرانہ، اس سے محبت کرے گا، اس کے رزق میں کشادگی ہوگی اور وہ

اپنے رب کی رحمت میں داخل ہوگا۔''

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: ''اپنے گھر کے لوگوں کے ساتھ عمدہ اخلاق سے پیش آنے کی ابتدا کرو، کیونکہ ان میں تمھارا قیام بہت قلیل عرصہ کے لیے ہے۔''

عمر میں اضافہ سے کیا مراد ہے؟

سوال: آنحضرت ﷺ کا ارشاد ہے: ''صلہ رحمی سے عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔''

(بخاری ۵۹۸٦۔مسلم ۲۵۵۷)

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٣٤﴾

''جب اجل آتی ہے تو ایک لمحہ کے لیے بھی اس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی۔'' [الاعراف: ٣٤]

اب یہاں پر آیت اور حدیث کے درمیان بظاہر تعارض ہے؟

جواب: امام ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ ذکر کرتے ہیں کہ عمر میں زیادتی کی دو صورتیں ہیں:

① اس سے وسعت حال، رزق میں زیادتی، جسم و جان کی سلامتی اور دل کی خوشی مراد ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو بتایا کہ وہ اس کے دشمن کو مارنے والے ہیں، کچھ ہی عرصہ کے بعد موسیٰ علیہ السلام نے اس کو دیکھا کہ وہ زندہ ہے۔ عرض کی: پروردگار! آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ اس کو ماردیں گے۔ لیکن وہ تو زندہ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے، میں نے اس کو فقیر و محتاج کر دیا ہے۔''

ایک قدیم قول ہے کہ ''فقر و افلاس موتِ اکبر ہے۔''

ابن قتیبہؒ کہتے ہیں کہ جب فقر کا نام موت رکھنا درست ہے اور فقر کو زندگی میں کمی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے تو مالداری کو حیات (زندگی) کا نام بھی دے سکتے ہیں اور اس کو عمر میں اضافہ سے تعبیر کیا جا سکتا ہے۔

۲ اللہ تعالیٰ بندے کی عمر سو سال لکھتے ہیں لیکن اس کے جسم کی ہیئت و ترکیب کی عمر اسّی سال مقرر کرتے ہیں، جب بندہ صلہ رحمی کرتا ہے تو اس ہیئت و ترکیب میں اللہ تعالیٰ اضافہ فرما دیتے ہیں اور وہ مزید بیس سال گزار کر سو سال کی عمر کو پہنچ جاتا ہے اور سو سال کی عمر ایسی ہے کہ اس میں تقدیم و تاخیر نہیں ہوتی۔''

(تاویل مختلف الحدیث لا بن قتیبہ ۲۰۲)

عمر میں اضافہ کا مطلب

بعض علماء فرماتے ہیں کہ عمر میں اضافہ کا مطلب یہ ہے کہ اس کی عقل و فہم اور بصارت میں اضافہ کر دیا جاتا ہے اور اس سے آفات دور کر دی جاتی ہیں، یہ مطلب نہیں ہے کہ اس کے رزق یا عمر میں حقیقتاً اضافہ ہوتا ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے رزق کے بارے میں فرما دیا ہے:

نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

''ہم نے دنیوی زندگی میں ہی ان کے درمیان ان کی روزی تقسیم کی دی ہے۔'' [الزخرف: ۳۲]

اور عمر کے بارے میں فرمایا:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ [الاعراف ۳۴]

''ہر امت کی ایک مدت مقرر ہے، پس جب ان کی اجل (مدت مقررہ) آتی

ہے تو اس میں ایک لمحہ کی بھی تقدیم وتاخیر نہیں ہوگی۔'' [الاعراف ۳٤]

بعض کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں یہ بات موجود ہوتی ہے کہ صلہ رحمی کرنے کی صورت میں اس کی عمر زیادہ ہوگی، لہٰذا یہ پوری تفصیل اللہ تعالیٰ کے علم سابق میں موجود ہوتی ہے۔

جیسا کہ ارشاد فرمایا:

وَ مَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ [فاطر: ۱۱]

''اور نہ عمر پاتا ہے کوئی بڑی عمر والا اور نہ گھٹتی ہے کسی کی عمر مگر لکھا ہے کتاب میں۔''

یہ آیت کریمہ مذکورہ بالا حدیث کے مطابق ہے، لہٰذا یہ دونوں (آیت وحدیث) اس فرمان خداوندی کے بھی مطابق ہوگی:

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّ لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ۝

[الاعراف: ۳٤]

اس لیے کہ جو شخص صلہ رحمی کرتا ہے تو آنحضور ﷺ کے فرمان کے مطابق اس کی عمر میں اضافہ ہوتا ہے، چنانچہ جب وہ فوت ہوگا تو اسی مدت مقررہ پر فوت ہوگا جو اس کے لیے مقرر کی گئی تھی اس میں تقدیم وتاخیر نہیں ہوئی، اسی طرح صلہ رحمی نہ کرنے سے جس کی عمر میں کمی آئی اور وہ فوت ہوا تو وہ بھی وقت مقررہ پر ہی فوت ہوگا اس میں تقدیم وتاخیر نہیں ہوئی۔ جیسا کہ فرمایا کہ:

وَّ لَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖٓ [فاطر: ۱۱]

''اور اس کی عمر میں کمی نہیں آتی مگر کتاب میں لکھا ہوا ہے۔''

اس مفہوم کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے:

يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ [فاطر:۱]

''بڑھا دیتا ہے پیدائش میں جو چاہے۔''

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے چاہیں تو عمر میں اضافہ بھی فرما دیتے ہیں۔

انت و مالك لابيك سے کیا مراد ہے؟

سوال: آنحضور ﷺ کے اس فرمانِ عالی: ''انت و مالك لابيك'' سے کیا مراد ہے؟

جواب: یہ بات تو پہلے معلوم ہو چکی ہے کہ اولاد، اپنے ماں باپ کے نطفہ کا حصہ ہے، جس نطفہ کی نشو ونما غذا سے ہوئی، پیدائش کے بعد دودھ، پھر کھانے سے اس کی پرورش ہوتی رہی۔ اب غور کریں کہ یہ سب کچھ والدین کا ہے، جیسے ایک شخص بیج بوتا ہے، پھر اس کی دیکھ بھال کرتا ہے، پھر اس سے درخت بنتا ہے۔ پھر درخت پر پھل لگتا ہے تو وہ بیج بھی اور اس کا پھل بھی اس کا ہوتا ہے۔ اسی طرح اولاد اور اس کی دولت کے حقدار اس کے ماں باپ ہیں۔ البتہ اس بات پر دلیل موجود ہے کہ یہ مسئلہ علی العموم ایسا نہیں ہے، کیونکہ والد کو یہ اختیار نہیں ہے کہ وہ اولاد کو بیچ دے یا خرید لے پھر اسے غلام بنا لے، معلوم ہوا کہ اس سے مراد احکامِ ملکیت ہے، نفس ملکیت نہیں ہے۔

جیسا کہ ارشادِ نبوی ﷺ ہے:

''بندے اور کفر کے درمیان ترکِ نماز کا فرق ہے۔''

(مسلم ۸۲۔ ترمذی ۲۶۱۸)

حالانکہ ترک نماز سے انسان کافر نہیں ہوتا، پس ثابت ہوا کہ اس سے مراد کفر نہیں بلکہ کفر کے احکام ہیں اور احکام کفر میں سے ایک حکم قتل کرنا ہے۔ لہٰذا تارک صلوٰۃ کو قتل کیا جائے گا۔

◎ جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی بابت فرمایا:
''ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال نے جو مجھے نفع دیا وہ کسی اور مال نے نفع نہیں دیا'' تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جواب میں فرمایا: یارسول اللہ! میں اور میرا مال آپ ﷺ ہی کا تو ہے۔'' ان کی مراد یہ تھی کہ آپؐ کے اقوال اور افعال میرے اور میرے مال کے بارے میں ایسے ہی نافذ ہیں جیسے مالک اپنی اشیاء میں تصرف کا اختیار رکھتا ہے۔ لہٰذا غیر معصیت والے امر میں والد کی اطاعت اولاد پر لازم ہوگی اور صرف والدیت کا حق ہونے کی بنا پر اولاد اپنا مال خرچ کرے گی۔ جب کہ زوجیت اور ملکیت کا مسئلہ اس کے خلاف ہے۔ پھر اس مسئلہ کی شان اس وقت اور بھی اونچی ہو جاتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی عبادت اور شکر گزاری کے حکم کے ساتھ ہی والدین کی شکر گزاری اور انہیں اذیت نہ دینے کا ذکر فرمایا: یعنی دونوں حکم ایک ساتھ ذکر فرما کر اس کی اہمیت کو مزید اجاگر کر دیا۔ ارشاد ربانی ہے:

فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ [الاسراء: ۲۳]

''پس تم ان کو اف تک نہ کہو۔''

یہ ایسا مقام ہے جسے وہ لوگ ہی جان سکتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل ہو۔ واللہ اعلم واحکم

والدین کا مقام و مرتبہ

قرآن و سنّت اور اولیاء اللہ کے
اقوال و واقعات کی روشنی میں

ترجمہ:

بِرّ الوالدین

مؤلف

امام عبد الرّحمن ابن الجوزی رحمہ اللہ تعالیٰ

مترجم

ابوالحسّان مولانا خالد محمود صاحب

لاہور - پاکستان
0333-4248644
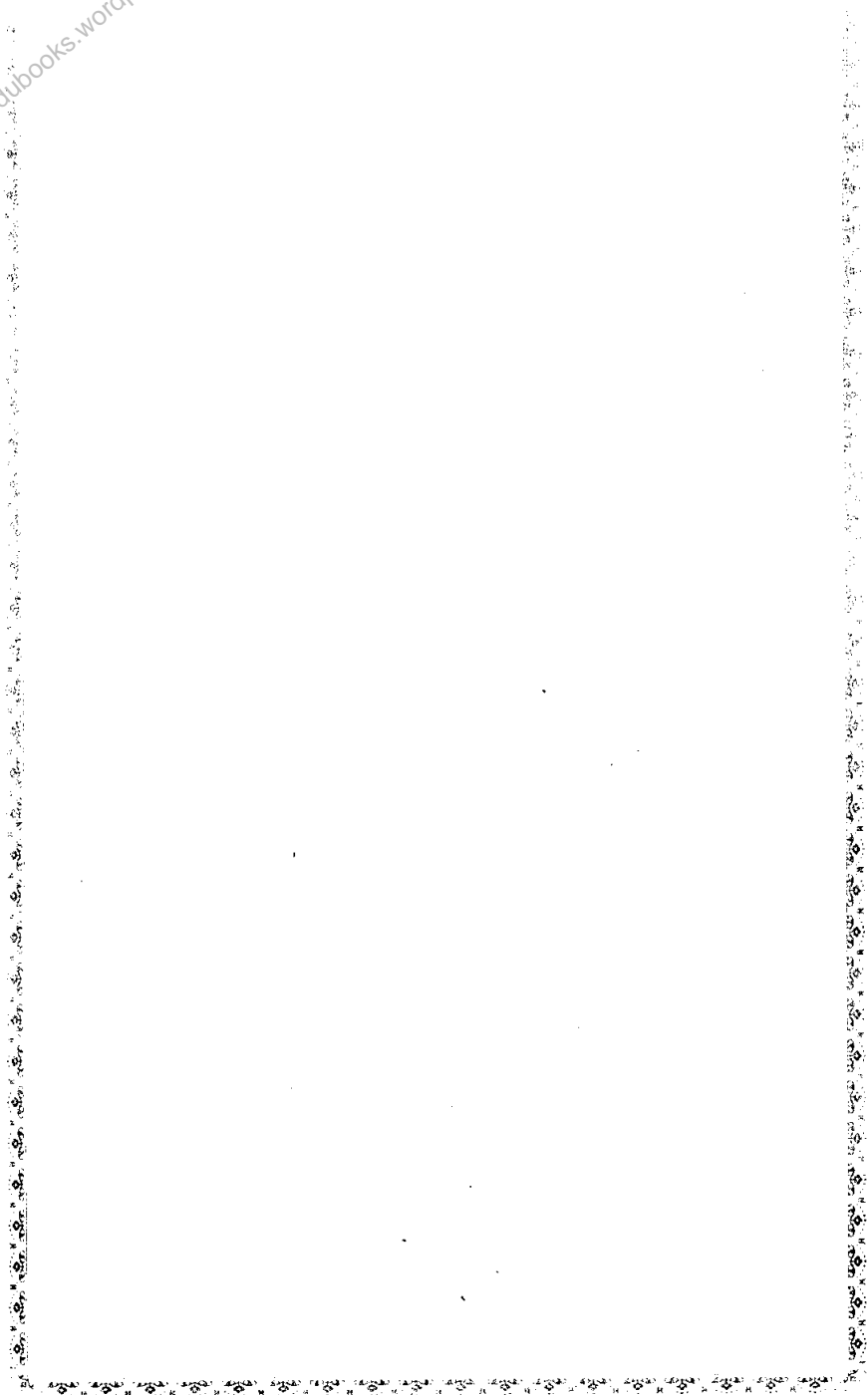
امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے حالات زندگی

آپ رحمۃ اللہ علیہ امام، علامہ، حافظ، مفسر، اور شیخ الاسلام ہیں۔ آپ کا سلسلہ نسب یوں بیان کیا جاتا ہے: عبدالرحمٰن بن علی بن محمد بن علی بن عبید اللہ بن عبداللہ بن حمادی بن احمد بن محمد بن جعفر بن عبداللہ بن قاسم بن النضر بن قاسم بن محمد بن عبداللہ بن فقیہ عبدالرحمٰن ابن فقیہ قاسم بن محمد ابن خلیفہ رسول ﷺ ابو بکر صدیق القرشی، التیمی، البغدادی الحنبلی۔

آپ بے مثال واعظ اور صاحب تصانیف کثیرہ ہیں۔ نہر بصرہ کے قریب واقع ''مشرعۃ الجوز'' یا واسط میں موجود علاقے ''جوزہ'' کی نسبت سے آپ کو الجوزی کہا جاتا ہے۔

آپ کی ولادت ۵۰۹ھ یا ۵۱۰ھ کو ہوئی اور ۵۱۹ھ کو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے سب سے پہلے دین کی بات سماعت کی۔

شیوخ و اساتذہ

جن شیوخ اور اساتذہ سے فیض حاصل کیا ان کے نام یہ ہیں۔ ابوالقاسم بن حصین رحمۃ اللہ علیہ، ابو عبداللہ حسین بن محمد البارع رحمۃ اللہ علیہ، علی بن عبدالواحد الدینوری رحمۃ اللہ علیہ، احمد بن احمد المتوکل رحمۃ اللہ علیہ، اسماعیل بن ابی صالح المؤذن رحمۃ اللہ علیہ، فقیہ ابوالحسن ابن الزاغونی رحمۃ اللہ علیہ، ہبۃ اللہ بن الطبر الحریری رحمۃ اللہ علیہ، ابو غالب ابن البناء رحمۃ اللہ علیہ، ابو بکر محمد بن حسین المزرفی رحمۃ اللہ علیہ، ابو غالب محمد بن حسن الماوردی رحمۃ اللہ علیہ، ابوالقاسم عبداللہ بن محمد الاصبہانی الخطیب رحمۃ اللہ علیہ، قاضی ابو بکر محمد بن عبدالباقی الانصاری رحمۃ اللہ علیہ، اسماعیل ابن

السمر قندی رحمۃ اللہ علیہ ، یحییٰ ابن البناء رحمۃ اللہ علیہ ،علی بن الموحد، ابومنصور بن خیرون رحمۃ اللہ علیہ ، بدرالشیحی رحمۃ اللہ علیہ ،ابوسعداحمد بن محمد الزوزنی رحمۃ اللہ علیہ ،ابوسعداحمد بن محمد البغدادی الحافظ رحمۃ اللہ علیہ ، عبدالوہاب بن المبارک رحمۃ اللہ علیہ ،الانماطی الحافظ رحمۃ اللہ علیہ ،ابوالسعوداحمد بن علی بن المجلی رحمۃ اللہ علیہ ،ابومنصورعبدالرحمٰن بن زریق القزاز رحمۃ اللہ علیہ ،ابوالوقت السجزی رحمۃ اللہ علیہ ،ابن ناصر رحمۃ اللہ علیہ ، ابن البطی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔آپ کے شیوخ کی تعداداسّی سے زیادہ ہے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ نے حدیث کی تحصیل کے لیے سفرنہیں کیا،البتہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مسند الامام احمد، ابن سعد رحمۃ اللہ علیہ کی طبقات، تاریخ خطیب، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن اربعہ، الحلیہ اورمتعدد تالیفات موجود تھیں جن سے آپ تخریج فرماتے تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ محدث دینوری اورمتوکلی رحمۃ اللہ علیہ سے احادیث بیان کرنے والوں میں سب سے آخری شخص ہیں۔حدیث میں ابن ناصر رحمۃ اللہ علیہ قرآن اورادب میں سبط الخیاط اورابن الجوالیقی رحمۃ اللہ علیہ اورفقہ میں بہت سے ائمہ کرام سے فیضان حاصل کیا۔

تلامذہ

جن ائمہ اورمحدثین نے آپ سے اکتساب فیض کیاان کے نام یہ ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے علامہ محی الدین رحمۃ اللہ علیہ ، یوسف ''دارالمستعصم باللہ'' کے استاذ،آپ کے بڑے بیٹے علی الناسخ، شمس الدین یوسف بن قزعلی الحنفی ، صاحب ''مرآۃ الزمان''، حافظ عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ ،شیخ موفق الدین ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ ، ابن الدبیثی رحمۃ اللہ علیہ ،، ابن النجار،ابن خلیل رحمۃ اللہ علیہ ،ضیاء رحمۃ اللہ علیہ ،یلدانی رحمۃ اللہ علیہ ،نجیب الحرانی رحمۃ اللہ علیہ اورابن عبدالدائم رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔

جن ائمہ اورمحدثین نے آپ سے بالاجازہ حدیث بیان کی ان کے نام یہ ہیں، شیخ شمس الدین عبدالرحمٰن، ابن البخاری رحمۃ اللہ علیہ ،احمد بن ابی الخیر رحمۃ اللہ علیہ ،خضر بن حمویہ رحمۃ اللہ علیہ اورقطب ابن عصرون رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ۔

فضل وکمال

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ وعظ وتذکیر میں سرداری کی حیثیت رکھتے تھے،آپ شاندار اور

بے مثال نظم ونثر کے مالک تھے، آپ وعظ اور اس کی انواع کے شہسوار ہونے کے ساتھ ساتھ خوب صورت اور خوب سیرت بھی تھے، تفسیر میں بحرِ بے کراں، سیرت و تاریخ میں علامہ، حدیث اور اس کے علوم کے ماہر، اجماع اور اختلاف ائمہ کے فقیہ، علم طب میں کامل دسترس اور فہم وذکاوت، حاضر جوابی، خوبصورت اور عمدہ عبارات میں تصنیف و تالیف جیسی صفات سے موصوف تھے۔ آپ ہر عام و خاص کی نظر میں مقبول اور معزز تھے۔ میرے علم کے مطابق جتنی کتابیں انہوں نے لکھیں اور کسی نے نہیں لکھیں۔ ابوالمظفر رحمۃ اللہ علیہ ان کی شان بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں ''آپ رحمۃ اللہ علیہ دنیا سے بے رغبت رہتے تھے، سات روز میں ایک قرآن پاک مکمل فرماتے تھے، جامع مسجد کے علاوہ گھر سے نہیں نکلتے تھے، کسی سے مزاح نہیں فرماتے تھے، جب تک کسی چیز کے حلال ہونے کا یقین نہ ہو جاتا وہ چیز نہیں کھاتے تھے، آخر زندگی تک آپ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی معمول رہا، میں نے آخر عمر میں منبر پر بیٹھے ہوئے ان کی بات سنی کہ میں نے ان انگلیوں سے ایک ہزار جلدیں لکھیں ہیں، میرے ہاتھ پر ایک ہزار کے قریب لوگوں نے توبہ کی ہے اور ایک ہزار یہودی اور نصرانی میرے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ہیں۔'' (مرآة الزمان ۸/۴۸۲)

ابو عبداللہ ابن الدبیثی رحمۃ اللہ علیہ اپنی ''تاریخ'' میں لکھتے ہیں کہ ہمارے شیخ جمال الدین، تفسیر، فقہ، حدیث، تاریخ اور دیگر مختلف علوم میں صاحب تصانیف تھے۔

حدیث اور علوم حدیث اور صحیح وسقیم روایات پر گہری نظر رکھتے تھے۔

موفق عبداللطیف رحمۃ اللہ علیہ اپنی ایک کتاب میں لکھتے ہیں، ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ صورت کے اعتبار سے لطیف اور شمائل و عادات کے اعتبار سے حسین اور طبیعت کے اعتبار سے بڑے ظریف تھے، ان کی مجلس میں لاکھ سے بھی زیادہ لوگ حاضر ہوتے تھے، آپ اپنا وقت بالکل ضائع نہیں کرتے تھے، ایک دن میں چار رجسٹر لکھتے تھے ہر علم میں آپ کا حصہ ہے، لیکن تفسیر میں آپ ائمہ تفسیر میں سے تھے اور حدیث میں حفاظ حدیث میں سے تھے اور تاریخ میں وسیع مطالعہ رکھنے والوں میں سے تھے۔ آپ فقہ پر بھی کامل عبور رکھتے تھے،

مگر وعظ وتذکیر کے میدان میں خاص ملکہ اور صلاحیت رکھتے تھے، آپ اپنی صحت کا بھی خاص خیال رکھتے اور ایسی غذا کھاتے تھے جوان کے ذہن اور دماغ کے لیے مفید اور کار آمد ہوتی، مختلف معجونات کا استعمال ہوتا تھا، عمدہ لباس زیب تن فرماتے تھے، آپ کا لباس، سفید، عمدہ اور خوشبودار ہوتا تھا، آپ ذہن رسائی، حاضر جوابی اور خوش مزاجی جیسی صفات سے موصوف تھے۔ آپ پانچ روز بیمار رہنے کے بعد اللہ کو پیارے ہو گئے۔

آپ کا مرجع الخلائق ہونا

ابن رجب الحنبلی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ عصر کے بعد جب ابن الجوزی درس دینے کے لیے آتے تو لوگ چاشت کے وقت سے آنا شروع ہو جاتے اور ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے تھے۔ عرفہ کے روز ''باب بدر'' میں درس کا ارادہ فرماتے تو سحری کے وقت سے ساری جگہ لوگوں سے بھر جاتی، جب صبح صادق ہوتی تو کسی کو راستہ نہ ملتا، جب درس سن کر لوگ واپس ہوتے تو ہر طرف لوگوں کا ہجوم ہوتا تھا، بلکہ بہت سے لوگ عصر کے بعد کے درس کے لیے چاشت کے وقت ہی مختلف جگہیں کرایہ پر حاصل کر لیتے۔ (ذیل طبقات الحنابلة ۱/۳۹۹)

امام ذہبی رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہے کہ ابن الجوزی کی عمر تین برس کی تھی جب ان کے والد کا انتقال ہوا، والد کی وفات کے بعد ان کی پھوپھی نے ان کی پرورش کی، آپ کے عزیز واقارب پیتل کے تاجر تھے۔ جب کچھ پروان چڑھے تو ان کی پھوپھی ان کو ابن ناصر رحمۃ اللہ علیہ کے پاس لے آئیں، جن سے ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی روایات کا سماع کیا، چھوٹی عمر میں ہی وعظ وتذکیر سے دلچسپی پیدا ہو گئی تھی، بلکہ بچپن میں ہی لوگوں کو وعظ کہنا شروع کر دیا تھا، پھر رفتہ رفتہ آپ کا وعظ لوگوں میں مشہور اور ضرب المثل ہو گیا اور پھر یہ سلسلۂ وعظ تادم حیات جاری وساری رہا۔ (السیر ۲۱/۲۶۷)

آزمائش

آخری عمر میں آپ مختلف آزمائشوں سے دوچار بھی ہوئے، کسی بات پر

لوگوں نے خلیفہ ناصر سے ان کی شکایت کر دی، چنانچہ انتہائی ناروا انداز کے ساتھ انہیں کشتی میں بٹھا کر شہر ''واسط'' لے جایا گیا، گھر کو بند کر دیا گیا اور اولاد کوان سے جدا کر دیا گیا، شہر واسط میں ایک تنگ و تاریک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ وہاں پانچ سال تک پابندِ سلاسل رہے، اپنے کپڑے خود ہی دھوتے تھے اور تھوڑا بہت کھانا پکا لیتے تھے۔

شیخ عبدالقادر کے پوتے عبدالسلام بن عبدالوہاب بھی ان کے مقابلہ میں سامنے آگئے، امام ابن الجوزی، شیخ عبدالقادر کی بے قدری کرتے اور انہیں کوئی حیثیت نہیں دیتے تھے جس کی بنا پر ان کی اولاد کوان سے بغض ہو گیا تھا، عبدالسلام ایک فاسد العقیدہ اور فلسفی شخص تھا۔ امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کے ایماء پر اس کی کتابیں جلائی گئیں تھیں اور مدرسہ لے کر ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کو دے دیا گیا تھا۔ اس لیے عبدالسلام کوان سے بغض ہو چکا تھا، عبدالسلام کا ایک دوست ابن القصاب وزیر بن گیا تھا، جو کہ ایک رافضی شخص تھا، عبدالسلام اس کے پاس گیا اور اس کو کہا کہ تم اس بے دین ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کو پوچھتے نہیں ہو، وزیر ابن القصاب نے ابن الجوزیؒ کا معاملہ عبدالسلام کے سپرد کیا۔ چنانچہ عبدالسلام آیا اور اس نے ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کو گرفتار کیا اور ان کی تذلیل کی، اس وقت شیخ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے ناکافی لباس پہن رکھا تھا، سر پر بھی معمولی سی ٹوپی تھی، عبدالسلام نے ان کو شہر واسط بھیج دیا جس (واسط) کا امیر بھی رافضی تھا، عبدالسلام نے اس سے کہا کہ مجھے اختیار دو کہ میں اس (ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ) کو جیل خانہ میں پھینک دوں، امیر نے اس کو ڈانٹا اور کہا کہ اے زندیق! کیا میں محض تمہارے کہنے کی بنا پر اس کو سزا دے دوں؟ لاؤ امیر المومنین کا خط، خدا کی قسم! اگر یہ شخص میرے مذہب کا ہوا تو میں اس کی خدمت میں اپنی جان لگا دوں گا، پھر اس نے عبدالسلام کو بغداد واپس بھیج دیا، شیخ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی رہائی کی صورت اس طرح بنی کہ ان کے بیٹے یوسف پروان چڑھے تو اتنے عرصہ تک چھوٹی عمر میں وعظ وارشاد کے کام میں مشغول رہے اور کسی طرح ان کی رسائی ہوگئی، حتی کہ خلیفہ کی والدہ نے سفارش کر دی اور شیخ ابن الجوزیؒ کو رہائی مل گئی،

جب جیل سے رہائی ملی تو شہر واسط سے واپس نہیں آئے تاوقتیکہ باپ بیٹے نے ابن الباقلانی رحمۃ اللہ علیہ سے ایک عرصہ تک کچھ پڑھ نہیں لیا۔ اس وقت شیخ ابن الجوزیؒ کی عمر اسّی برس کی تھی۔ اس عمر میں ان کی بلند ہمتی پر غور کیجئے۔ (السیر ۲۱/۳٤٦)

یہ کوئی نادر یا انوکھی بات نہیں ہے، ہر دور میں علمائے وقت طرح طرح کی آزمائشوں سے دوچار ہوتے رہے ہیں۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے قیمتی اقوال

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ سے قیمتی اقوال بھی منقول ہیں۔

◎ موت کے بچھوڈسنے والے ہیں اور آرزوؤں کے جسم کا پردہ اس سے مانع ہے اور زندگی کا پانی عمر کے برتن میں ٹپک رہا ہے۔

◎ اے امیر! قدرت کے موقع پر اپنے بارے میں اللہ کے عدل کو یاد کرو اور سزا کے وقت اپنے اوپر خدا کی قدرت و طاقت کو سوچا کرو اور اپنے دین کے سقم سے اپنے غیظ وغضب کو شفا نہ دو۔

◎ اپنے ایک دوست سے فرمایا: دیر سے آنے پر تم کشادہ عذر رکھتے ہو کہ مجھے تم پر اعتماد ہے لیکن چونکہ مجھے تم سے ملنے کا اشتیاق ہوتا ہے اس بنا پر تم عذر کشادہ رکھنے کی بجائے تنگی رکھتے ہو۔

◎ ایک شخص نے ان سے کہا، آپؒ کی مجلس میں بیٹھنے کے شوق کی وجہ سے میں ساری رات نہیں سویا؟ آپ نے کہا کہ اس کی وجہ یہ تھی کہ تم مجلس میں کشادگی چاہتے تھے اور اسی لیے تمہیں رات کو نہیں سونا چاہیے۔ (یعنی تم درس میں اپنے نفس کی دلچسپی کے لیے آنا چاہتے ہو مگر تقربِ الٰہی تو خلوت کا تقاضا کرتی ہے، اگر تم سچے ہو تو شب بیداری کرو)

◎ ایک شخص ان کے سامنے کھڑا ہوا اور اس نے کہا کہ جناب! ہم آپ سے ایک بات معلوم کرنا چاہتے ہیں اور پھر اس کو دوسروں تک نقل کریں گے۔ یہ بتائیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت علیؓ میں سے افضل کون ہے؟ ابن الجوزیؒ نے اس سے کہا کہ

بیٹھ جاؤ، وہ شخص بیٹھ گیا، تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ کھڑا ہوا اور اپنی بات کو دہرایا، شیخ نے پھر اسے بٹھا دیا، کچھ دیر کے بعد جب وہ دوبارہ کھڑا ہوا تو آپ نے اسے یہ کہہ کر بٹھایا کہ تم تو ہر ایک سے افضل (بہت فضول آدمی) ہو۔

◎ ایک آدمی نے پوچھا کہ کون افضل ہے، حضرت علیؓ یا حضرت ابوبکرؓ؟ فرمایا کہ ان دونوں میں سے افضل وہ ہے جن کی بیٹی ان کی بیوی ہے۔ یہ ایسی محتمل عبارت ہے جس سے دونوں فریق راضی ہو جاتے ہیں۔

◎ کسی نے پوچھا کہ تسبیح افضل ہے یا استغفار؟ فرمایا: میلے کپڑے کو خوشبو کی بہ نسبت صابن کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔

◎ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جو شخص قناعت والی زندگی گزارتا ہے وہ آسودہ حال رہتا ہے اور جو شخص حرص وطمع والی زندگی گزارتا ہے اس کی زندگی مکدّر رہوتی ہے۔

◎ ایک مرتبہ خلیفہ مستضیء سے فرمایا کہ اے امیر المومنین! اگر میں کچھ بولوں تو مجھے آپ سے خوف ہے اور اگر خاموش رہوں تو مجھے آپ کے بارے میں خوف ہے اور میں اس خوف کو جو مجھے آپ کے بارے میں ہے، اس کو مقدم کرتا ہوں اس خوف پر جو مجھے آپ سے ہے، پس ایک خیر خواہ کا یہ قول کہ ''خدا سے ڈرو'' اس قول سے بہتر ہے کہ ''تم تو بخشے ہوئے لوگ ہو۔''

◎ آپ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ جس آدمی کے دل میں امیدوں کا انبار جمع ہو موت اس کو کم کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

◎ جاہل واعظوں اور خطیبوں کے بارے میں فرمایا: جاہل طبیبوں سے اجتناب کرو، کیونکہ بسا اوقات وہ مریضوں کو زہر آلود چیزیں دے دیتے ہیں اور انہیں خود بھی خبر نہیں ہوتی۔

◎ ایک دن کسی واعظ کی مجلس میں آپ موجود تھے جو حسنِ گفتگو سے سب کو محظوظ کر رہا تھا، ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن تو خاموش سنتے رہے، اگلے روز اس کی طرف متوجہ

ہوئے اور فرمایا کہ تم تو موسیٰ علیہ السلام کے لیے ہارون علیہ السلام کی طرح ہو کہ جن کے بارے میں موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی تھی کہ پروردگار! ان کو مدد کے لیے میرے ساتھ بھیج دیجئے۔

◎ ایک دن فرمایا کہ اہل کلام کہتے ہیں نہ آسمان میں رب ہے نہ ہی مصحف میں قرآن ہے اور نہ ہی قبر شریف میں نبی علیہ السلام ہیں" یہ ایسا ہے جیسے قرآن میں ہے کہ:

ثَلٰثُ عَوْرٰتٍ لَّكُمْ

"یہ تمہارے لیے تین پردے (کے اوقات) ہیں۔"

◎ ایک دن ان کی مجلس میں ایک شخص وجد میں آنے لگا تو ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے اس سے فرمایا کہ تعجب ہے! ہم میں سے ہر شخص گمشدہ چیز کی تلاش میں ہے مگر وجد (پانا) صرف تمہیں حاصل ہوا ہے۔

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں میں سے ایک دعا یہ ہے: "الٰہی! ایسی زبان جو تیرے بارے میں لوگوں کو خبر دیتی ہے عذاب میں گرفتار نہ کر اور نہ ایسی آنکھ کو مبتلائے عذاب کر جو ایسے علوم کو دیکھتی ہے جو علوم تیری رہنمائی کرتے ہیں اور نہ ایسے قدموں کو جو تیرے دین کی خدمت کے لیے اٹھتے ہیں اور نہ ایسے ہاتھوں کو جو تیرے پیغمبرؐ کی احادیث کو لکھتے ہیں، تجھے تیری عزت کی قسم! مجھے جہنم میں داخل نہ کرنا، لوگ جانتے ہیں کہ میں تیرے دین کا دفاع کرتا رہا ہوں۔ (المقصد الارشد ۲/۹۳۔۹۶)

تالیفات

حافظ ذہبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "بعض کہتے ہیں کہ ابن الجوزیؒ کی تصانیف کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔" (السیر ۲۱/۲۷۵)

نیز وہ لکھتے ہیں کہ "ابوبکر بن طرخان رحمۃ اللہ علیہ نے مجھے لکھا کہ ہمیں امام موفق الدین نے خبر دی کہ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ وعظ میں امام الوقت تھے، انہوں نے مختلف علوم وفنون میں عمدہ تصانیف رقم کی ہیں، وہ صاحب فنون تھے، ان کی فقہ میں تصنیف موجود ہے، وہ تدریس بھی کرتے تھے، اور وہ حافظ حدیث بھی تھے۔"

مرآۃ الزمان ”کے مصنف کے مطابق امام ابن الجوزیؒ کی تالیفات کے نام یہ ہیں۔“

(الف) علوم قرآن میں

۱) المغنی۔ یہ اکاسی جلدوں میں ہے۔

۲) زادالمسیر فی علم التفسیر۔ یہ چار جلدوں میں ہے اور یہ المغنی کا اختصار ہے۔

۳) التلخیص۔ (ایک جلد)

۴) تذکرۃ الاریب فی علم الغریب (ایک جلد)

۵) ناسخ القرآن و منسوخہ (ایک جلد)

۶) فنون الافنان فی علوم القرآن (ایک جلد)

۷) النبعۃ فی القراءت السبعۃ (چار جلدیں)۔

اس موضوع پر تقریباً پندرہ کتابیں موجود ہیں۔

(ب) سنت اور اس کے علوم میں

۱) جامع المسانید لحصر الاسانید (سات جلدیں)

۲) الکشف عن معانی الصحیحین (چار جلدیں)

۳) غریب الحدیث (دو جلدیں)

۴) کتاب الضعفاء والمتروکین (دو جلدیں)

۵) العلل المتناھیۃ فی الاحادیث الواھیہ (دو جلدیں)

۶) الموضوعات (دو جلدیں)

۷) تلقیح فھوم اھل الاثر فی علم التواریخ والسیر (ایک جلد)

۸) اسد الغابۃ فی معرفۃ الصحابۃ (دو جلدیں)

۹) اخایرالذخایر (ایک جلد)

۱۰) المشیخہ (دو جلدیں)

اس موضوع پر تقریباً اٹھائیس کتابیں موجود ہیں۔

(ج) تاریخ وسیرت میں

۱) المنتظم (دس جلدیں)

۲) سلوة المحزون (ایک جلد)

۳) شذور العقود (ایک جلد)

۴) مناقب بغداد (ایک جلد)

۵) المجد العضدی (ایک جلد)

اس موضوع پر تقریباً بارہ کتابیں تالیف کیں۔

(د) علوم عربیہ میں

۱) فضائل العرب (ایک جلدیں)

۲) تقویم الانسان (دوجلدیں)

۳) ملح الاعاریب (دوجلدیں)

۴) فتوی فقیه العرب (ایک جلد)

۵) نزهة اهل الادب (ایک جلد)

اس موضوع پر نو کے قریب کتابیں ہیں۔

(ہ) فقہ اور اصول فقہ میں

۱) منهاج الوصول (ایک جلد)

۲) رفع التشبیه باکف التنزیه (چارجلدیں)

۳) مالایسع الانسان جهله (ایک جلد)

۴) شرف الاسلام (ایک جلد)

۵) منهاج الاصابة فی محبة القرابة و الصحابة (ایک جلد)

۶) التحقیق فی احادیث التعلیق (دوجلدیں)

۷) المذھب فی المذھب (دوجلدیں)

۸) الدلائل فی مشھور المسائل (دوجلدیں)

۹) الانصاف فی مسائل الخلاف (ایک جلد)

۱۰) رد اللوم والضیم فی تحریم الصوم یوم الغیم (ایک جلد)

۱۱) مناسك الحج (ایک جلد)

۱۲) تعظیم الفتوی (ایک جلد)

۱۳) الرد علی القائلین بجواز المتعة (ایک جلد)

اس موضوع پر آپ نے بتیس کتابیں تالیف کی ہیں۔

(و) مناقب وفضائل میں

۱) الوفاء بفضائل المصطفیٰ (ایک جلد)

۲) مناقب عمر بن عبدالعزیز (ایک جلد)

۳) مناقب الحسن البصری (ایک جلد)

۴) مناقب احمد بن حنبل (ایک جلد)

۵) مناقب بشر بن الحافی (ایک جلد)

۶) مناقب رابعة (دوجلدیں)

۷) مناقب الکرخی (دوجلدیں)

۸) فضائل القدس (ایک جلد)

۹) فضائل لیلة الحمعة (ایک جلد)

اس کے علاوہ تیئیس کتابیں اور ہیں۔

(ز) زہدورقائق میں

۱) صفة الصفوة (چارجلدیں)

۲) اسباب الھدایة (ایک جلد)

۳) الصلوٰۃ و الادعیۃ (ایک جلد)

اس موضوع پر چوبیس کتابیں تالیف کی ہیں۔

(ح) ریاضیات میں

۱) منہاج القاصدین (تین جلدیں)

۲) تلبیس ابلیس (دو جلدیں)

۳) ذم الھوی (دو جلدیں)

۴) صید الخاطر (تین جلدیں)

۵) مثیر عزم الساکن الی اشرف الاماکن (ایک جلد)

۶) الاذکیاء (ایک جلد)

۷) الظراف و المتماجنین (ایک جلد)

۸) الثبات عند الممات (دو جلدیں)

اس موضوع پر ان کی بتیس کتابیں ہیں۔

(ط) علم طب میں

۱) لقط المنافع (دو جلدیں)

۲) الشیب و الخضاب (ایک جلد)

اس موضوع پر ان کی کل چھ کتابیں ہیں۔

(ی) فن شعر میں

۱) احکام الاشعار با حکام الاشعار (دو جلدیں)

۲) المختار من الاشعار (دس جلدیں)

(ک) وعظ میں

۱) التبصرۃ (تین جلدیں)

۲) الذخیرۃ (تیس جلدیں)

۳) المستنجِد والمستنجَد (دوجلدیں)

۴) رؤس القواریر (دوجلدیں)

۵) المدھش (ایک جلد)

۶) زین القصص (دوجلدیں)

۷) اللطائف (ایک جلد)

۸) الوعظ النفیس (ایک جلد)

۹) المجالس الیوسفیة (ایک جلد)

۱۰) المقیم المقعد (ایک جلد)

۱۱) شاھدو مشھود (ایک جلد)

۱۲) نسیم السحر (تین جلدیں)

۱۲) صبانجد (دوجلدیں)

۱۳) الملھب (دوجلدیں)

۱۴) زواھر الجواھر (چارجلدیں)

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات وتالیفات کی تعداد تین سو سے زائد ہے۔

وفات

امام ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات جمعہ کی شب ۱۳ رمضان المبارک ۵۹۷ھ کو مقام قطُفتا پر گھر میں ہوئی۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کے غسل کے لیے ہمارے شیخ ابن سُکَینہ، سحری کے وقت ہی آ گئے تھے، آپ کی وفات پر بازار بند ہو گئے اور ایک جم غفیر جمع ہو گیا، نماز جنازہ آپ کے صاجزادہ ابوالقاسم علی نے پڑھائی۔ اس کے بعد جنازہ جامع المنصور لے جایا گیا وہاں دوبارہ لوگوں نے نماز جنازہ پڑھی۔ لوگوں کا کثیر ازدحام تھا، آپ رحمۃ اللہ علیہ کو نماز جمعہ کے وقت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کی قبر مبارک کے پاس دفن کیا گیا، قبر میں اتارتے وقت کہنے والا ''اللہ

اکبر" کہہ رہا تھا اور تمام لوگ دھاڑیں مار مار کر رو رہے تھے، بلکہ لوگوں نے پورا رمضان ان کی قبر کے پاس گزارا، شمعیں جلا کر مختلف ختمات اوراد و وظائف پڑھتے رہے۔

اس رات محدث احمد بن سلیمان السکر رحمۃ اللہ علیہ نے خواب میں دیکھا کہ ابن الجوزیؒ یاقوت کے منبر پر جلوہ افروز ہیں اور اعلیٰ مقام پر بیٹھے ہیں اور فرشتے ان کے سامنے موجود ہیں۔

ہفتہ کی صبح تو تعزیت کیلئے خلق عظیم جمع تھی اور ان کی وفات پر مرثیہ خوانی بھی ہوئی۔ حافظ ابن الجوزی رحمۃ اللہ علیہ نے وصیت فرمائی تھی کہ ان کے انتقال کے بعد ان کی قبر پر یہ اشعار لکھ دیئے جائیں:

یا کثیر العفو عمن
کثیر الذنب لدیه
جاء ك المذنب يرجو
الصفح عن جرم يديه
انا ضيف و جزاء
الضيف احسان اليه

"اے وہ ذات جو بہت گناہ گار کو معاف کرنے والی ہے۔ ایک گناہ گار آدمی تیرے دربار میں اپنے جرم سے قلم عفو پھیر دینے کی امید لے کر حاضر ہوا ہے، میں تیرا مہمان ہوں اور مہمان کے ساتھ اچھا سلوک ہی کیا جاتا ہے"

اللہ تعالیٰ ان کو ساری امت کی طرف سے دینی خدمات انجام دینے پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ (حالات زندگی کے لیے دیکھئے: سیر اعلام النبلاء ۳۶۵/۲۱۔ الکامل ۷۱/۱۲۔ البداية النهاية ۲۸/۱۳)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تمام تعریفیں اس ذات کے لیے ہیں جس نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا اور ان کی نافرمانی سے منع کیا اور ہمارے سردار و آقا محمد مصطفیٰ ﷺ پر اور آپ ﷺ کی آل واتباع پر رحمتیں اور برکتیں نازل ہوں۔

امابعد! میں دیکھتا ہوں کہ اس دور کے نوجوان، والدین کے ساتھ حسن سلوک کی طرف کوئی خاص التفات نہیں رکھتے، اپنے ماں باپ کے سامنے یوں آوزیں بلند کریں گے جیسے وہ ان کی فرماں برداری کو لازمی نہیں سمجھتے، اور اس کے ساتھ ایسے رشتوں کو بھی توڑتے ہیں جن کے جوڑنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے اور جن کے ساتھ قطع رحمی سے سخت منع کیا ہے بلکہ بسا اوقات اپنی مالداری کے گھمنڈ میں نادار رشتہ داروں کے ساتھ ہمدردی کرنے کے بجائے ان سے بے رخی کرتے ہیں جیسے انہیں رشتہ داروں پر خیرات کرنے کا یقین ہی نہیں ہے اور نیکی کے کام سے یوں منہ موڑتے ہیں جیسے عقل وشرع کی نظر میں وہ نیکی ہی نہیں ہے۔

بہر کیف! یہ تمام چیزیں وہ ہیں جن کے ثواب وعقاب پر عقل اور نقل دونوں شاہد ہیں چنانچہ میرا خیال ہوا کہ میں ایک کتاب لکھوں جس میں یہ ضروری امور ذکر ہوں تاکہ غافل شخص بیدار ہو اور بیدار شخص کو یاددہانی ہو۔

میں نے یہ کتاب چند فصول اور ابواب پر مرتب کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی درست بات کی توفیق عطا کرنے والے ہیں۔

والدین اور دیگر رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کی عقلی وجہ

ایک عقل مند پر یہ بات بالکل عیاں ہے کہ محسن اور منعم کا دوسرے پر حق ہوتا ہے اور حق تعالیٰ کے بعد والدین کی طرح کوئی محسن نہیں ہے، ماں، حمل کے دوران پھر وضع

حمل کے وقت کس قدر مشقتیں اور تکلیفیں برداشت کرتی ہے اور بچہ کی خاطر کتنی راتیں بیدار رہتی ہے اور اپنی تمام خواہشات سے بے پروا رہتی ہے، ہر موقع پر اپنے آپ پر اس کو ترجیح دیتی ہے، اور باپ اس کے وجود کا سبب بنا اور اس نے محبت وشفقت کے سبب اس کے لیے مال کمایا اور اس پر خرچ کیا۔

ایک عقلمند آدمی اپنے محسن کا احسان شناس ہوا کرتا ہے اور اس کے احسان کا بدلہ دینے کی بھرپور کوشش کیا کرتا ہے۔ انسان کا اپنے محسن کے حقوق سے ناواقف ہونا اس کی خسیس ترین عادت ہے، بالخصوص جب وہ اپنے محسن کے حق کا انکار کرتا ہو۔ نیز اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والے شخص کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ وہ جس قدر اپنے ماں باپ کی فرماں برداری بجالائے ان کا حق ادا نہیں کرسکتا۔

کیا میں نے اپنی ماں کا حق ادا کر دیا

◎ زرعہ بن ابراہیم رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک شخص حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میری ایک بوڑھی ماں ہے کہ میں ہی اس کی تمام ضرورتیں پوری کرتا ہوں، اس کو وضو کرواتا ہوں تو کیا میں نے اس کا حق ادا کر دیا؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، کیا وہ بھی تمھاری ضرورتیں پوری نہیں کرتی تھی۔ تمہیں اپنی پشت پر نہیں اٹھاتی تھی اور وہ یہ کام تمھاری زندگی کی تمنا کرتے ہوئے کرتی تھی اور تم یہ کام اس آرزو سے کرتے ہو کہ اس سے فراق اور جدائی حاصل ہو۔''

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ اس نے اپنی والدہ کو اٹھایا ہوا ہے اور اسے بیت اللہ کا طواف کروا رہا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنی والدہ کو پاؤں اور اس شخص (مذکور) کی طرح عمل کروں مجھے یہ بات سرخ اونٹوں سے زیادہ پسند ہے'' (الطبرانی فی الصغیر ۱/۱۶۳)

◎ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میں اپنی والدہ کو خراسان سے اپنی گردن پر اٹھا کر لایا ہوں اور پھر مناسک حج بھی ادا کروائے ہیں تو کیا

میں نے ان کا بدلہ دے دیا؟ انھوں نے فرمایا کہ نہیں، بلکہ تم نے اس کے چھوٹے سے عمل کا بھی بدلہ ادا نہیں کیا۔"

والدین اور رشتہ داروں کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا ۭ اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰـهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا ۝ وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا ۝ (الاسراء: ۲۳-۲۴)

"اور تیرے پروردگار نے یہ حکم دیا ہے کہ تم اسی کی عبادت کرو اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اگر ان دونوں میں سے ایک یا دونوں بڑھاپے کے زمانہ کو پہنچ جائیں تو ان سے اف تک نہ کہو اور ان کو مت جھڑکو اور ان سے نرم انداز میں بات کرو اور محبت اور عاجزی کے ساتھ ان کے سامنے تواضع کا بازو پست رکھنا اور کہو کہ پروردگار، ان پر رحم کر جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی۔"

ابوبکر بن انباری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ (آیت مذکورہ میں) قضاء، امر اور فرض کے معنی میں ہے لغت میں "قضاء" کا اصل معنی ہوتا ہے کسی چیز کو مضبوطی کے ساتھ قطع کرنا۔

اور وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا کا معنی ہے کہ ان کے ساتھ اکرام واحترام اور نیکی کے ساتھ پیش آو۔"

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ والدین کے سامنے اس طرح اپنے کپڑے نہ جھاڑو کہ کپڑوں کا غبار ان کو لگے۔ (تفسیر الطبری ۶۳/۱۵۔ ابن کثیر ۱۸۹/۲)

اور "فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ" کے قول میں لفظ اف کے معنی میں پانچ اقوال ہیں:

① امام خلیل رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ "اف" کا لغوی معنی ناخنوں کی میل ہے۔

② امام اصمعی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''اف'' کامعنی ہے کانوں کی میل

③ امام ثعلب رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ''اف'' کے معنی ہے ناخنوں کے ریزے

④ ابن الانباری رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ لفظ اف، الافی سے ماخوذ ہے اور عرب کے ہاں الافی، قلت اور حقارت کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

⑤ ابن فارس رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ ''اف'' کا لفظ اصل میں زمین سے لکڑی وغیرہ اٹھانے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔

(مصنف رحمۃ اللہ علیہ) نے اپنے شیخ ابومنصور اللغوی رحمۃ اللہ علیہ سے یہ پڑھا کہ ''اف'' کا معنی ہوتا ہے بدبو، اور اس کا اصل معنی یہ ہے کہ تم کسی چیز پر پھونکو اور اس سے مٹی وغیرہ تم پر آگرے۔

اور وَلَا تَنْهَرْهُمَا کا معنی ہے تم ماں باپ کے سامنے چیخ چیخ کر اور انہیں ڈانٹ ڈپٹ کے انداز میں بات نہ کرو۔ حضرت عطاء بن ابی رباح رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ تم ان کے سامنے اپنے ہاتھ مت جھاڑو۔ [تفسیر الطبری ۱۵/۶۵]

اور وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا کا معنی ہے کہ تم انتہائی ادب اور لطف کے ساتھ ان سے بات کرو۔ حضرت سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس طرح بات کرو جیسے گناہ گار غلام اپنے سخت مزاج آقا سے بات کرتا ہے۔

اور ''وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ'' کا معنی ہے کہ ماں باپ سے اپنی محبت کی وجہ سے تواضع کا بازو ان کے سامنے پست رکھو۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان عالی: اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ [لقمان:۱۴] بھی والدین کے حقوق کے بیان میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شکرگزاری کے ساتھ ان کی شکرگزاری کا ذکر فرمایا ہے، یعنی دونوں کی شکرگزاری کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے۔

والدین کی فرماں برداری کی تاکید

◎ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے وصیت

کرتے ہوئے فرمایا: اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرنا، اگر چہ وہ تمہیں اپنے گھر بار سے نکل جانے (چھوڑنے) کا حکم دیں۔''

◎ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ایک بیوی تھی، (میرے والد) حضرت عمر رضی اللہ عنہ اسے پسند نہیں کرتے تھے انہوں نے مجھے فرمایا کہ اسے طلاق دے دو، لیکن میں نے انکار کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ سے فرمایا کہ ''اپنے والد کی اطاعت کرو۔''

(ابو داود ۵۱۳۸۔ ترمذی ۱۱۸۹)

◎ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرو، اگر تمہیں دنیا کے مال وغیرہ سے نکل جانے کا حکم دیں تو نکل جاؤ۔'' (مجمع الزوائد ۴/۲۱۶)

◎ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''تم اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرو، اولاد تمھارے ساتھ نیک سلوک کرے گی۔''

(المستدرک ۴/۱۵۴)

زید بن علی بن الحسین رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے بیٹے یحییٰ سے کہا کہ اللہ تعالیٰ، میرے ساتھ تیرے رویہ پر راضی نہیں، اس لیے تجھے حکم دیا کہ میرے ساتھ اچھا سلوک کرو اور تیرے ساتھ میرے رویہ پر راضی ہیں، اس لیے مجھے حکم نہیں دیا کہ میں تیرے ساتھ اچھا سلوک کروں۔'' (کشف الخفاء ۱/۱۵۵)

جہاد اور ہجرت پر والدین کی فرماں برداری کو فوقیت دینا

◎ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بارگاہ رسالت میں جہاد پر جانے کی اجازت لینے کے لیے حاضر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ: ''کیا تیرے ماں باپ زندہ ہیں؟'' اس نے کہا جی ہاں، وہ زندہ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ پھر ان ہی کے ساتھ جہاد کرو (یعنی ان کی خدمت کرو)۔ (البخاری ۳۰۰۴۔ مسلم ۲۵۴۹)

◎ حضرت عبداللہ بن عمروؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی، حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں بیعت ہونے حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ میں ہجرت پر بیعت کرنے آیا ہوں، جبکہ میں نے اپنے ماں باپ کو روتا ہوا چھوڑا ہے، آپ نے ﷺ فرمایا: ''واپس جاؤ! اور ان کو اسی طرح ہنساؤ جس طرح تم نے ان کو رلایا۔''

(مستدرك الحاكم ٤/١٥٢)

◎ حضرت ابوسعید الخدری ﷺ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی یمن سے ہجرت کر کے بارگارہ نبوی ﷺ میں حاضر ہوا تو آپؐ نے اس سے پوچھا کہ کیا یمن میں تمہارے والدین موجود ہیں؟ اس نے کہا کہ جی ہاں، آپ ﷺ نے پوچھا: کیا انہوں نے تمہیں اجازت دی ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''واپس جاؤ اور اپنے ماں باپ سے اجازت لو، اگر تمہیں اجازت دے دیں تو ٹھیک، ورنہ ان کی خدمت کرو۔''

(ابو داؤد ۲۵۳۰ ـ احمد ۷۵/۳)

◎ حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ ایک عورت بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوئی، اس کے ساتھ اس کا بیٹا تھا جو جہاد پر جانا چاہتا تھا اور وہ (اس کی ماں) اس کو روکتی تھی، رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا کہ تم اپنی والدہ کے پاس رہو، تمہیں وہی اجر ملے گا جو تم (جہاد میں) حاصل کرنا چاہتے ہو۔'' (مصنف عبدالرزاق ٤٦٣/٨)

◎ حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی، رسول کریم ﷺ سے جہاد کی اجازت لینے حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں، میری ماں زندہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جاؤ اور اس کی خدمت کرو۔'' چنانچہ وہ چلا گیا، پھر آپؐ نے فرمایا: ''رب تعالیٰ کی رضا، والدین کی رضا میں ہے۔'' (البر و الصلة ٤٧)

والدین کی فرماں برداری اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب عمل ہے

◎ ابوعمرو الشیبانی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہمیں اس گھر کے

مالک (حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ) نے حدیث بیان کی کہ انہوں نے فرمایا: میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں سب سے محبوب عمل کون سا ہے؟

تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''وقت پر نماز پڑھنا۔'' میں نے کہا کہ پھر کونسا؟ فرمایا کہ ''والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا'' میں نے کہا پھر کونسا؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ''جہاد فی سبیل اللہ۔'' (البخاری ۵۲۷۔مسلم ۸۵۔ترمذی ۱۷۳)

والدین کے ساتھ نیک سلوک کرنا عمر میں اضافہ کا باعث ہے

حضرت سہیل بن معاذ رضی اللہ عنہ اپنے والد سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جو شخص اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرتا ہے اس کو خوشخبری دی جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اس کی عمر میں اضافہ فرماتے ہیں۔''

(مستدراك الحاكم ٤/١٥٤۔الادب المفرد ٢٢)

◎ حضرت ابوسعید الخدری رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اے ابن آدم! اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کر اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صلہ رحمی کر، تیرے کام تیرے لیے آسان ہوں گے، اور تیری عمر میں اضافہ ہوگا اور اپنے رب کی اطاعت کر کہ عقلمند تمہارا نام ہوگا اور اس کی نافرمانی نہ کر کہ پھر تمھارا نام جاہل رکھا جائے گا۔'' (الزهد ٢/٤٢٦)

◎ سلیمان علیہ السلام کہتے ہیں کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نیکی سے ہی عمر میں اضافہ ہوتا ہے۔'' (الترمذی ۲۱۳۹)

حضرت ثوبان سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

◎ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر میں اضافہ ہو اور اس کے رزق میں بھی اضافہ ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے والدین کے ساتھ نیک سلوک کرے اور رشتہ داروں کے ساتھ بھی صلہ رحمی کرے۔'' (احمد ۳/۲۹۔شعب الایمان ٦/١٥٨)

والدین کے ساتھ حسن سلوک کا طریقہ

والدین کے ساتھ حسن سلوک کی صورت یہ ہے کہ ان کی اطاعت اور فرماں برداری کی جائے جبکہ ان کا حکم خلاف شرع نہ ہو۔ اور نفلی امور پر ان کے حکم کو ترجیح اور فوقیت دی جائے اور وہ جن کاموں سے منع کریں ان سے اجتناب اور پرہیز کیا جائے اور ان پر خرچ کیا جائے اور ان کی خوب خدمت بجالائی جائے ان کا اکرام واحترام کیا جائے ان کے سامنے اپنی آواز کو بلند نہ کیا جائے۔ اور ان کو ان کے نام سے نہ پکارا جائے اور ان کے پیچھے پیچھے چلا جائے اور ان سے جو بات ناگوار صادر ہو اس پر صبر کیا جائے۔

◎ طلق بن علی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں اپنے والدین یا ان میں سے ایک کو پاتا اور میں نماز شروع کرتا اور سورہ فاتحہ پڑھ رہا ہوتا اور وہ مجھے بلاتے کہ اے محمد! تو میں کہتا لبیک۔'' (یعنی میں حاضر ہوں)

(شعب الایمان ۶/ ۱۹۵)

والدین کے آداب

◎ ابوغسان الضبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ ایک مرتبہ ظہر الحرہ (مقام) میں چلے جا رہے تھے ان کے والد ان کے پیچھے چل رہے تھے، راستے میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ ملے، انہوں نے پوچھا کہ یہ کون ہیں جو تمہارے پیچھے چل رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ میرے والد گرامی ہیں، حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا کہ تم نے سنت کے خلاف کام کیا اور حق بات کو ترک کیا۔ اپنے والد کے آگے نہ چلو، ان کے پیچھے یا دائیں طرف چلو، کسی کو اپنے اور ان کے درمیان نہ چھوڑو کہ وہ تمہیں قطع کرے اور گوشت کے جس ٹکڑے پر تمہارے والد کی نظر پڑے اس کو نہ لو کہ ہوسکتا ہے کہ اس کا جی چاہتا ہو اور اپنے والد کو تیز نگاہ سے نہ دیکھو، جب تک وہ نہ بیٹھ جائیں تم نہ بیٹھا کرو اور جب تک وہ نہ سو جائیں تم نہ سویا کرو۔''

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے دو آدمیوں کو دیکھا تو ایک سے فرمایا کہ یہ کون ہے! اس نے کہا کہ میرے والد ہیں، ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس سے

فرمایا کہ والد کو ان کا نام لے کر نہ پکارو اور ان کے آگے مت چلو، اور ان سے پہلے نہ بیٹھو۔'' (الادب المفرد ۳۰)

طیلہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ میرے پاس میری والدہ موجود ہیں؟ انہوں نے کہا کہ ''خدا کی قسم! اگر تم اس سے محبت سے بات کرو اور کھانا کھلاؤ تو ضرور جنت میں داخل ہو جاؤ گے، جبکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو۔''

ہشام بن عروہ اپنے والد سے:

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ [الاسراء: ٢٤]

کی تفسیر نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے فرمایا کہ جو چیز والدین کو پسند ہو اس سے پہلو تہی نہ کرو۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ''ان کے ساتھ حسن سلوک یہ ہے کہ تم وہ چیز ان پر خرچ کرو جو چیز تمہاری ملکیت میں ہے اور ان کی فرماں برادی کرو جب تک کہ کسی معصیت کا ارتکاب نہ ہو۔''

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ: ''والدین کو رُلانا ان کی نافرمانی میں داخل ہے۔''

کیا والدین کو نیکی کا حکم برائی سے منع کرنا درست ہے؟

سلام بن مسکین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ کیا ایک شخص اپنے والدین کو نیکی کا حکم اور برائی سے منع کر سکتا ہے؟

انہوں نے فرمایا: اگر وہ اس کی بات قبول کریں تو ٹھیک ہے اور اگر ناپسند کریں تو نہ کہے۔'' ❁

❁ یہ بات مطلقاً نہیں ہے بلکہ نرمی اور محبت کے ساتھ ماں باپ کو نیکی کا حکم اور بُرائی سے منع کرے، کیونکہ اس صورت میں وہ احکامات و منہیات میں اللہ تعالیٰ کا فرماں بردار ہوگا یہ بات حکمِ خداوندی کو ترک کرنے سے زیادہ اولیٰ ہے تاکہ ایک دوسرے حکم کی بھی رعایت ہو جائے کہ: ''خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔''

حضرت عوام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے امام مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ جب مؤذن نماز کے لیے بلاتا ہو اور دوسری طرف میرے والد کا قاصد مجھے بلا رہا ہو تو میں کیا کروں؟ انہوں نے فرمایا: ''اپنے والد کی بات کو سنو۔''

ابن المنکدر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب تمہارے والد تمہیں بلائیں اور تم نماز میں مشغول ہو تو ان کی بات کا جواب دو۔''

عبدالصمد رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت وہب رحمۃ اللہ علیہ کو کہتے ہوئے سنا کہ ''انجیل میں لکھا ہے کہ والدین کے ساتھ نیکی کی جڑ یہ ہے کہ تم ان کے حال کا بھرپور حق ادا کرو اپنے مال میں سے ان کو کھانا کھلاؤ۔'' عبداللہ بن عون کہتے ہیں کہ ''والدین کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔''

والدہ کا مرتبہ

◎ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! لوگوں میں کون میری حسنِ صحبت کا زیادہ حق دار ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری والدہ، اس نے کہا کہ پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہاری والدہ، اس نے کہا کہ پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارے والد۔''

(البخاری ۵۹۷۱ ـ مسلم ۲۵۴۸ ـ ابن ماجة ۲۰۷٦)

◎ حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین مرتبہ فرمایا: ''بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ماؤں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ماؤں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں اپنی ماؤں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے، بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں درجہ بدرجہ اپنے قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیتا ہے۔''

(ابن ماجه ۳٦٦١ ـ البیهقی فی الکبری ۱۷۹/٤)

◎ حضرت خداش بن سلامہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''میں ہر آدمی کو اپنی والدہ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں، میں ہر آدمی کو اپنی والدہ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں، میں ہر آدمی کو اپنی والدہ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی وصیت کرتا ہوں اور میں ہر آدمی کو اپنے والد کے ساتھ (بھی) حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں اور میں اس کو اپنے آقا کے ساتھ بھی حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں'' (مسند احمد ٤/٣١١ ـ ابن ماجة ٣٦٥٧)

امام مکحول رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ: ''جب تمہاری والدہ تمہیں بلائے اور تم نماز میں مشغول ہو تو والدہ کی بات کا جواب دو اور اگر والد بلائیں تو ان کی بات کا (نماز کی حالت میں) جواب نہ دو، جب تک کہ تم نماز سے فارغ نہ ہو جاؤ۔''

(مصنف ابن ابی شیبه ٢/١٩١)

◎ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جنت ماں کے قدموں تلے ہے۔'' (الفردوس ٢/١١٦ ـ الكامل ٦/٣٤٧)

والدہ جنت کا بہترین دروازہ ہے

◎ ابوعبدالرحمان السلمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میری بیوی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیٹی ہے اور مجھے اس سے محبت ہے اور میری والدہ اس کو طلاق دینے کا حکم دے رہی ہے؟ میں کیا کروں۔'' حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں تمہیں نہ تو طلاق دینے کا حکم دیتا ہوں اور نہ ہی اپنی والدہ کی نافرمانی کرنے کا حکم دوں گا، البتہ میں تمہیں ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی کہ آپؐ نے فرمایا: ''والدہ جنت کا بہترین دروازہ ہے۔'' (مستدرك الحاكم ٤/١٥٢)

''پس اگر تم چاہو تو اسے روک رکھو اور چاہو تو چھوڑ دو۔''

◎ جاہمہ السلمی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ وہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں جہاد کی اجازت لینے حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تمہاری والدہ (زندہ) ہے؟ اس

نے (یعنی میں نے) کہا کہ جی ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''پس اپنی والدہ کے پاس رہو، کیونکہ والدہ کے قدموں میں جنت ہے۔'' (مستدرك الحاكم ١٥١/٤)

◎ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنی ماں کی پیشانی کو چوما تو یہ عمل اس کے لیے دوزخ سے آڑ کا سبب بنے گا۔''

(شعب الايمان ١٨٦/٦)

والدہ کی خدمت گزاری پر اجر وثواب

◎ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں جہاد پر جانے کی خواہش رکھتا ہوں لیکن اس کی طاقت نہیں رکھتا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا کہ ہاں، میری والدہ زندہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی والدہ کی خدمت کر کے اللہ تعالیٰ کو خوب راضی کرو، پس جب تم نے یہ کام کر لیا تو تم حج کرنے والے، عمرہ کرنے والے اور جہاد کرنے والا ہو، جبکہ تمہاری والدہ تم سے راضی ہو، پس تم اللہ سے ڈرو اور والدہ سے نیک سلوک کرو۔'' (المعجم فى الصغير ٤٤/١ ـ المختارة ٢٢٧/٥)

◎ حضرت ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنی والدہ کو محبت بھری نظر سے دیکھتا ہے اسے مقبول اور مبرور حج کا ثواب ملتا ہے۔'' کسی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اگر دن میں سو مرتبہ دیکھے تو؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر چہ دن میں سو مرتبہ دیکھے تب بھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ بہت زیادہ ثواب دینے والے ہیں اور پاکیزہ ہیں۔''

حضرت ابن عباسؓ سے ہی مروی ہے کہ ان کے پاس ایک آدمی آیا، اور اس نے کہا کہ میں نے ایک عورت کو نکاح کا پیغام دیا، مگر اس نے مجھ سے نکاح کرنے سے انکار کیا، پھر ایک دوسرے شخص نے اسے نکاح کا پیغام دیا تو اس نے قبول کر لیا اور اس سے نکاح کر لیا، مجھے غیرت آئی اور میں نے اس عورت کو قتل کر دیا، کیا میرے لیے توبہ کا

کوئی راستہ ہے؟ حضرت ابن عباسؓ نے پوچھا کہ کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، ابن عباسؓ نے فرمایا کہ ''تم اللہ تعالیٰ سے توبہ واستغفار کرو اور حتی المقدور اللہ تعالیٰ کا تقرب حاصل کرو۔'' ایک آدمی نے حضرت ابن عباسؓ سے پوچھا کہ آپ نے اس سے ماں کے زندہ ہونے کا کیوں پوچھا؟ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ میرے علم میں والدہ کی خدمت سے بڑھ کوئی عمل ایسا نہیں جس سے اللہ تعالیٰ کا زیادہ قرب حاصل ہوتا ہو۔ (الادب المفرد ۱۵)

والدہ کے ساتھ نیک سلوک کرنا دوزخ سے نجات کا ذریعہ

ابونوفل رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے ایک شخص کو قتل کر دیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ ''تیرا ناس ہو! ارادے سے قتل کیا ہے یا غلطی سے؟ اس نے کہا کہ غلطی سے کیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ کیا تمہاری والدہ زندہ ہے؟ اس نے کہا کہ نہیں، بلکہ میرے والد زندہ ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ جاؤ اور ان کی خدمت کرو اور ان کے ساتھ حسن سلوک کرو'' جب وہ شخص چلا گیا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے۔ اگر اس کی والدہ زندہ ہوتی اور وہ اس کی خدمت کرتا اور اس کے ساتھ نیک سلوک کرتا تو مجھے امید تھی کہ وہ دوزخ میں کبھی داخل نہ ہوتا۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ ایک آدمی اپنے حوض (تالاب) سے پانی نکال رہا تھا کہ ایک سوار شخص اچانک آیا، وہ پیاسا تھا، اُس نے پانی لینے کو کہا تو حوض والے نے پانی دینے سے انکار کیا، پھر وہ سوار قریب کسی جگہ پر اُترا اور اپنی اونٹنی کو باندھا، پھر جب، اس کی اونٹنی نے دیکھا تو حوض کے قریب گئی اور پانی جوش مارنے لگا تو آدمی اٹھا اور تلوار لے کر اس کو قتل کر دیا، پھر (نادم ہوکر) نکلا اور چند صحابہ سے اس کی ملاقات ہوئی، انہوں نے اس کو مایوس کیا (کہ توبہ کی کوئی صورت

نہیں) یہاں تک کہ پھر وہ شخص، ایک آدمی (مراد وہ خود ابن عباسؓ ہیں) کے پاس آیا تو انہوں نے کہا کہ کیا تم اس مقتول کو واپس لا سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں، پھر کہا کہ کیا تم زمین کے اندر سرنگ بنا سکتے ہو یا آسمان پر سیڑھی لگا سکتے ہو؟ اس نے کہا کہ نہیں، پھر انہوں نے کہا کہ کیا تم طاقت رکھتے ہو کہ زندہ رہو اور نہ مرو؟ پھر وہ شخص اٹھا اور تھوڑی دور ہی گیا تھا کہ انہوں نے (یعنی ابن عباس رضی اللہ عنہ) پوچھا کہ کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے کہا کہ میری والدہ زندہ ہے، انہوں نے کہا کہ "پھر اس کی خدمت کرو اور اس کے ساتھ نیک سلوک کرو، اگر جہنم میں داخل ہونے کا فیصلہ ہوا تو اللہ تعالیٰ اسے (جہنم سے) دور کریں گے۔" (البر والصلة)

والدہ کا مقام والد سے زیادہ ہے

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "والدہ کے لیے حسن سلوک میں سے دو تہائی اور والد کے لیے ایک تہائی حصہ ہے۔" (الشعب ۱۸۷/۶)

یعقوب العجلی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ بارش والی رات میں میری والدہ مجھے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے سے روکتی ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ والدہ کی اطاعت کرو۔" (السنن الکبری ۱/۴۰۵۔ الصغری ۶۵۳)

حضرت عطاء رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی کو اس کی والدہ نے قسم دی کہ وہ صرف فرض نماز اور رمضان کے روزے رکھے گا اور کچھ نہیں کرے گا وہ کیا کرے؟ حضرت عطاء نے فرمایا کہ وہ اپنی والدہ کی اطاعت کرے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے ایک شخص کے بارے میں پوچھا گیا کہ اس کے والد نے اس کو ایک چیز کی قسم دی ہے جبکہ اس کی والدہ نے اس کے خلاف اس کو قسم دی ہے؟ اب وہ کس کی بات سنے اور کس کی نہ سنے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ والدہ کا کہا مانے۔

جنت کا ایک دروازہ بند ہوگیا

رفاعہ بن ایاس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حارس العکلی رحمۃ اللہ علیہ کو اپنی والدہ کے جنازے میں روتا ہوا دیکھا، کسی نے ان سے رونے کا سبب پوچھا تو فرمایا کہ میں کیوں نہ روؤں، جنت کا ایک دروازہ میرے لیے بند ہوگیا ہے۔''

رفاعہ بن ایاس رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب ایاس بن معاویہ کی والدہ کا انتقال ہوا تو وہ رونے لگے، کسی نے رونے کی وجہ پوچھی تو فرمایا کہ ''جنت کی جانب جانے والے دو دروازے میرے لیے کھلے تھے، اب ان میں سے ایک دروازہ بند ہوگیا ہے۔''

کعب بن علقمہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ پروردگار! مجھے وصیت (حکم) فرمائیں؟ پروردگار عالم نے فرمایا کہ میں تمہیں اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت (حکم) کرتا ہوں جس نے تجھے ضعف در ضعف اپنے پیٹ میں اٹھائے رکھا، موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی کہ والدہ کے بعد پھر کس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ پھر تمہاری والدہ، پھر تمہارے والد۔''

ہشام بن حسان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ میں قرآن سیکھتا ہوں اور میری والدہ رات کے کھانے میں میرا انتظار کرتی ہے؟ حضرت حسنؒ نے فرمایا کہ اپنی والدہ کے ساتھ رات کا کھانا کھاؤ، اس سے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی اور یہ مجھے اس نفلی حج سے زیادہ پسند ہے جو تم بجالاؤ۔''

حسن بن عمرو رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ میں نے بشر بن الحارث رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: ''جو اولاد اپنی ماں کے اتنی قریب ہو کہ ماں اس کی آواز کو سنتی ہو، وہ (اولاد) اس شخص سے افضل ہے جو اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے اور ماں کو دیکھنا تو ہر چیز سے افضل ہے۔''

ابو حازم رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حضرت عمارہؒ نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد گرامی کو فرماتے ہوئے سنا کہ ''تیرا ناس ہو، کیا تجھے خبر نہیں کہ تیرا اپنی والدہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے، پھر والدہ کے ساتھ نیک سلوک کرنا کیا درجہ رکھتا ہوگا؟''

ماں باپ کا احسان چکانا محال ہے

◎ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''اولاد اپنے والدین کو (ان کے احسانات کا) بدلہ نہیں دے سکتی، مگر یہ کہ ان کو غلام پائے، پھر خرید کرانہیں آزاد کردے۔'' (مسلم ۱۰ ۵۔ الترمذی ۱۹۰۶)

شیخ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ بات ثابت ہے کہ اولاد جب اپنے (مملوک) والد کو خریدے گی تو محض خریدنے سے ہی باپ اس پر آزاد ہوجائے گا، مگر یہ کہ وہ آزادی کا لفظ ادا کرے، یہ داؤد ظاہری کے علاوہ باقی علماء کا مذہب ہے، پس حدیث ھذا کے دو معنی ہیں، ایک معنی یہ ہے کہ اولاد کی طرف آزادی کی نسبت کی گئی ہے کیونکہ خریدنے سے آزادی ثابت ہوجاتی ہے۔ دوسرا معنی اور مطلب یہ ہے کہ اولاد کا بدلہ دینا ناممکن ہے، کیونکہ اولاد کا اپنے باپ کو آزاد کرنا متصور ہی نہیں ہوسکتا، اس لیے کہ باپ کو محض خریدنے سے ہی اس کی آزدی ثابت ہوجاتی ہے، اس کی مثال اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے:

وَلَا يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ

''اور وہ جنت میں داخل نہیں ہوں گے، جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل نہیں ہوجاتا۔'' [الاعراف: ۴۰]

والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے کا ثواب

◎ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ تین آدمی چلے جارہے تھے کہ راستہ میں بارش نے آگھیرا، چنانچہ انہوں نے پہاڑ میں ایک غار کے اندر پناہ لے لی، پھر پہاڑ سے ایک پتھر گرا اور اس نے غار کا منہ بند کردیا، پھر وہ آپس میں کہنے لگے کہ اپنا اپنا بہترین عمل دیکھو جو ہم نے کیا ہو پھر اس عمل کے توسل سے اللہ تعالیٰ سے دعا کرو، ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ سے ہم پیش آمدہ مصیبت سے نجات پائیں۔ پس ان میں سے ایک کہنے لگا کہ اے اللہ! میرے بوڑھے ماں باپ تھے، ایک میری بیوی اور چھوٹے چھوٹے بچے تھے، میں ان کے لیے بکریاں چراتا تھا، جب بکریوں کا

دودھ دوہتا تو پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلاتا۔ ایک رات میں دیر سے آیا تو وہ سو چکے تھے، میں نے برتن صاف کیا اور دودھ دوہیا، پھر دودھ کا پیالہ ہاتھ میں لے کر اپنے والد کے سر کے پاس کھڑا ہو گیا، بچے میرے قدموں میں بلبلا رہے تھے، میں اپنے ماں باپ سے پہلے ان کو دودھ پلانا پسند نہیں کرتا تھا اور مجھے یہ بھی ناپسند تھا کہ ان کو نیند سے بیدار کروں، پس میں اسی حال میں کھڑا رہا، حتی کہ صبح صادق ہو گئی، اے اللہ! اگر آپ جانتے ہیں کہ میرا یہ عمل تیری رضا کی خاطر تھا تو اس پتھر کو اتنا ہٹا دے کہ ہم اس سے آسمان کو دیکھ سکیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے اتنی کشادگی کر دی کہ انہوں نے اس سے آسمان کو دیکھا، (اس کے بعد) راوی نے باقی حدیث ذکر کی۔" (البخاری ۲۲۱۵۔ مسلم ۱۷۴۳۔ احمد ۱۱۶/۲)

◎ حضرت عائشہ ﷞ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "میں سویا تو میں نے اپنے آپ ﷺ کو جنت میں دیکھا، پھر میں نے ایک قاری کو قرأت کرتے ہوئے سنا، میں نے پوچھا کہ وہ قاری کون تھے؟ لوگوں نے کہا کہ وہ حارثہ بن نعمان تھے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ نیک سلوک کرنے کا بدلہ ایسا ہی ہوتا ہے۔" حارثہ اپنے (والدہ) کے بڑے خدمت گار تھے۔ (مستدرك الحاكم ۱۵۱/۴)

◎ مکحول کہتے ہیں کہ اشعریوں کا ایک وفد، رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے پوچھا کہ کیا تم میں وحرہ (نامی عورت) ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ جی ہاں، موجود ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی والدہ کے ساتھ حسن سلوک کی وجہ سے جنت میں داخل کر دیا ہے، میں اس کی زندگی پر غیرت کھاتا ہوں کہ وہ اپنی ماں کو گرمی کی شدت میں اُٹھاتی پھرتی ہے، جب اس کے پاؤں جلنے لگتے ہیں تو خود بیٹھ جاتی ہے اور اپنی ماں کو اپنی گود میں بٹھاتی ہے اور اسے دھوپ سے بچاتی ہے، پھر ستا کر پھر دوبارہ اسے اٹھاتی ہے" (مکارم الاخلاق ۸۶۔ شعب الایمان ۲۰۹/۶)

◎ حضرت عبدالرحمٰن بن سمرہ ﷛ فرماتے ہیں کہ ایک روز ہم لوگ مسجد مدینہ میں تھے کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا: "میں نے اپنی امت کا

ایک آدمی دیکھا کہ موت کا فرشتہ اس کی روح قبض کرنے آیا تو اس کا اپنے والدین کے ساتھ کیا ہوا حسن سلوک سامنے آیا اور اس نے آ کر اس کو اس سے روک دیا۔‘‘

(النوادر ۲۳۱/۳۔تاریخ اوسط ۱۶۹)

والدین پر خرچ کرنے کا ثواب

◎ حضرت ابو درداء ؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا: ہم ایک پہاڑ پر رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے، ہم نے ایک وادی کی طرف جھانکا تو ایک جوان نظر آیا، اس کی جوانی مجھے بہت بھلی لگی، میں نے عرض کیا: یارسول اللہ کاش! یہ نوجوان اپنی جوانی اللہ کے راستہ (جہاد) میں لگاتا؟

آپ ﷺ نے فرمایا: ’’اے عمر! ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کے راستہ میں ہو اور تمہیں خبر بھی نہ ہو‘‘ پھر نبی کریم ﷺ اس نوجوان کے پاس آئے اور اس سے پوچھا کہ اے جوان! کیا تیرے زیر پرورش کوئی ہے؟ اس نے کہا کہ جی ہاں، آپؐ نے پوچھا کہ کون ہے؟ اس نے کہا کہ میری والدہ ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ’’پس تم ان کی خدمت میں لگے رہو، کیونکہ ان کے قدموں میں جنت ہے‘‘ (کنز العمال ۴۵۱۷۶۰)

◎ ورق العجلی ؒ کہتے ہیں کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ: ’’کیا تم جانتے ہو کہ کونسا خرچ، جہاد کے خرچ سے بھی افضل ہے؟ لوگوں نے کہا کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ ہی خوب جانتے ہیں، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اولاد کا اپنے والدین پر خرچ کرنا سب سے افضل ہے۔‘‘ (البر و الصلۃ ۴۱)

والدین کی فرماں برداری کی خوب کوشش کرنا

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں کہ دو صحابی رسول اپنی والدہ کے بہت ہی فرماں بردار اور خدمت گزار تھے، ایک عثمان بن عفان ؓ اور دوسرے حارثہ بن نعمان ؓ۔ حضرت عثمان ؓ تو فرماتے ہیں کہ جب سے میں مسلمان ہوا ہوں، میں اپنی ماں کو نظر بھر کر نہیں دیکھ سکا، اور حضرت حارثہ ؓ تو اپنی والدہ کے سر میں جوئیں دیکھتے تھے اور

اپنے ہاتھ سے ان کو کھانا کھلاتے تھے اور وہ ان کو جس بات کا حکم دیتیں انہوں نے اس کا مطلب ان سے کبھی نہیں پوچھا، بلکہ جب والدہ باہر جاتیں تو جو ان کے پاس ہوتا اس سے پوچھتے کہ میری والدہ کا کیا ملطب تھا؟

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ جب گھر سے نکلنے کا ارادہ کرتے تو اپنی والدہ کے دروازے پر کھڑے ہو کر یوں کہتے "اے ماں! السلام علیک ورحمۃ اللہ و برکاتہ" پھر والدہ جواب میں کہتی کہ اے بیٹے! وعلیک السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ" پھر ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے کہ "اللہ تعالیٰ آپ پر رحم کرے جس طرح آپ نے میری پرورش کی ہے" والدہ کہتیں کہ اللہ تعالیٰ تم پر بھی رحم کرے جس طرح تم نے بڑی عمر میں میرے ساتھ اچھا سلوک کیا" اور جب گھر داخل ہوتے تو تب بھی اسی طرح کرتے تھے۔

ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی والدہ نابینا تھیں، آپ اپنی والدہ کو بیت الخلاء اٹھا کر لے جاتے تھے اور قضائے حاجت کرواتے تھے۔

حضرت سفیان ثوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ابن الحنفیہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ کا سر خطمی (بوٹی) سے دھوتے تھے اور ان کے بالوں میں کنگھی کرتے تھے اور خضاب لگاتے تھے۔"

امام زہری رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ اپنی والدہ کے بڑے فرماں بردار تھے، وہ اپنی والدہ کے ساتھ کھانا نہیں کھاتے تھے، ان سے اس کی وجہ دریافت کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ مجھے ڈر ہے کہ اگر میں ان کے ساتھ کھانا کھاؤں اور ان کی نظر کھانے کے کسی حصہ پر مجھ سے پہلے پڑے اور مجھے معلوم ہی نہ ہو اور میں وہ حصہ کھالوں اور نافرمان بن جاؤں" ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں: "مجھے اندیشہ اس بات کا ہے کہ کہیں میرا ہاتھ ان کے ہاتھ سے پہلے نہ بڑھ جائے۔"

اسماعیل بن عون رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی، ابن سیرین رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا، اس وقت ان کے پاس ان کے والدہ موجود تھیں، اس آدمی نے کہا کہ محمد بن

سیرین رحمۃ اللہ علیہ کی کیا شان ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ جب ان کی والدہ ان کے پاس ہوتی ہیں تو ان کی یہی حالت ہوتی ہے''۔

ماں کی ممتا

ہشام رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ حفصہ (بنت سیرین) اپنے بیٹے ہذیل رحمۃ اللہ علیہ پر رحم اور ترس کھایا کرتی تھیں اور کہتی تھیں کہ میرا بیٹا (ہذیل) گرمی کے موسم میں بانس لاتا ہے، پھر اس کو چھیلتا ہے اور ایسے موسم میں اس کو خشک کرتا ہے، تاکہ اس سے دھواں نہ اٹھے، اور سردی کا موسم ہوتا ہے تو میں نماز پڑھ رہی ہوتی ہوں تو میرے پیچھے آکر بیٹھ جاتا ہے اور ہلکی سی آگ جلاتا ہے جس کی حرارت مجھے پہنچتی ہے اور اس کا دھواں مجھے تکلیف نہیں دیتا اور میں اسے کہا کرتی ہوں کہ بیٹا! آج رات تم اپنے گھر چلے جاؤ، وہ جواب دیتا کہ اے اماں! مجھے معلوم ہے کہ وہ (گھر کے افراد) کیا چاہتے ہیں، بسا اوقات تو اس کی یہ خدمت صبح تک جاری رہتی، میرا بیٹا دن کے وقت (دودھ) کا پیالہ مجھے بھیجتا تو میں کہتی کہ بیٹا! تم جانتے ہو کہ میں دن کے وقت دودھ نہیں پیا کرتی، وہ کہتا کہ یہ عمدہ دودھ ہے، مجھے یہ پسند نہیں کہ آپ پر کسی اور کو ترجیح دوں، پس آپ یہ دودھ اس کو بھیج دیں جس سے آپ محبت رکھتی ہیں۔ ہذیل کا انتقال ہوا تو مجھے اس پر انتہائی صدمہ پہنچا اور میں اپنے سینہ میں ایسی حرارت محسوس کرتی تھی جس کا ختم ہونا مشکل تھا، ان کی والدہ کہتی ہیں کہ ایک رات میں نماز کے لیے اٹھی اور نماز میں سورۂ نحل شروع کی تو جب اس آیت کریمہ پر پہنچی:

مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ [النحل:۹۶]

''جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جانے والا ہے اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ باقی رہنے والا ہے اور ہم صبر کرنے والوں کو ان کے اچھے عمل کا ضرور بدلہ دیں گے۔''

تو میرا غم والم دور ہو گیا۔

والدہ کی فرماں برداری کی مثالیں

حضرت انس بن نضر الاشجعی رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی والدہ نے ایک رات پانی مانگا، ابن مسعود رضی اللہ عنہ گئے، پانی لے کر آئے تو دیکھا کہ ان کی والدہ نیند کی آغوش میں جا چکی ہیں تو وہ صبح تک ان کے سر کے پاس پانی لے کر کھڑے رہے۔

ظبیان بن علی الثوری رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ وہ اپنی والدہ کے بڑے فرماں بردار تھے، ایک رات ان کی والدہ سو گئیں اور ان کے سینہ پر کوئی چیز رکھی ہوئی تھی تو آپ والدہ کے قدموں کے پاس کھڑے رہے اور انہیں جگانا گوارا نہ کیا اور خود بیٹھنا بھی پسند نہ کیا! حتیٰ کہ جب کھڑے کھڑے کمزور ہو گئے (تھک گئے) تو اپنے دو غلاموں کے سہارے مسلسل کھڑے رہے، یہاں تک کہ ان کی والدہ بیدار ہوئیں۔''

ظبیان بن علی رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ کو مکہ مکرمہ بھی لے جاتے تھے، جب گرمی کے دن ہوتے تو ایک کنواں کھودتے اور چمڑے کا برتن لاتے اور اس میں پانی ڈالتے، پھر والدہ سے کہتے کہ اس میں داخل ہو کر اس پانی سے ٹھنڈک حاصل کرو۔

محمد بن عمر رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ محمد بن عبدالرحمٰن بن ابی الزناد رحمۃ اللہ علیہ اپنی والدہ کے بڑے فرماں بردار تھے، ان کی والدہ جب ان کو بلاتی کہ اے محمد! تو وہ دوڑ کر آتے اور سامنے کھڑے ہو جاتے، پھر ان کی والدہ انہیں اپنی ضرورت کے بارے میں بتاتیں تو وہ ہیبت کے مارے ان سے مطلب نہ پوچھ پاتے، یہاں تک کہ جس نے ان کی بات سمجھی ہوتی اس سے پوچھتے۔

عون بن عبداللہ رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ ان کو ان کی والدہ نے بلایا تو جواب دیتے وقت ان کی آواز قدرے بلند ہو گئی تو انہوں نے اس کی تلافی کے لیے دو غلام آزاد کیے۔

ابوبکر بن عیاش رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات ایسا ہوتا کہ میں منصور کی مجلس میں بیٹھا ہوتا تو ان کی والدہ، جو سخت مزاج کی تھیں، منصور کو زور سے پکارتیں اور کہتیں

کہ اے منصور! ابن ہبیرہ رحمۃ اللہ علیہ عہدہ قضاء کا ارادہ رکھتا ہے اور تو انکار کرتا ہے؟ اس وقت منصور اپنی والدہ کی طرف نظر نہیں اٹھاتے تھے بلکہ سر جھکائے رکھتے تھے۔

والدین کی خدمت گزاری کے نمونے

سفیان بن عیینہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ایک شخص سفر سے واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ ان کی والدہ نماز میں مشغول ہے اس آدمی نے پسند نہ کیا کہ وہ بیٹھ جائے جب کہ ان کی والدہ کھڑی ہیں۔ جب والدہ کو محسوس ہوا کہ اس کا بیٹا کیا چاہتا ہے تو نماز لمبی کردی تاکہ بیٹے کو اور اجر ملے۔

عمر بن ذر رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ جب ان کا بیٹا فوت ہوا تو کسی نے ان سے پوچھا کہ تمھارے بیٹے کا تمھارے ساتھ کیا رویہ تھا؟ ذر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ دن کے وقت میرے پیچھے ہی چلتا تھا اور رات کے وقت میرے آگے چلا کرتا تھا اور وہ اس چھت پر کبھی نہیں سویا جس چھت کے نیچے میں موجود ہوتا۔ (الحلیۃ ۵/۱۰۹)

معلّٰی بن ایوب رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ میں نے مامون الرشید رحمۃ اللہ علیہ کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں نے فضل بن یحیٰی البرمکی سے زیادہ کسی کو اپنے والد کا خدمت گزار نہیں دیکھا، خدمت گزاری کا حال یہ تھا کہ ان کے والد یحیٰی گرم پانی سے وضو کیا کرتے تھے، ایک دفعہ جیل میں تھے اور جیل کے افسر نے سرد رات میں لکڑیاں اندر لانے سے منع کردیا، جب یحیٰی اپنے بستر پر آرام کے لیے لیٹے تو فضل اٹھے اور جیل خانہ میں موجود ایک گھڑے کو لے کر اسے پانی سے بھرا اور اس کو چراغ کے قریب کردیا، مسلسل کھڑے رہے اور وہ گھڑا ہاتھ میں تھا، یہاں تک کہ صبح ہوگئی۔

مامون کے علاوہ کسی اور راوی نے نقل کیا کہ جب جیل کے افسر کو معلوم ہوگیا کہ وہ چراغ کے ذریعہ پانی گرم کرتے ہیں۔ تو اس نے آئندہ رات چراغ سے فائدہ اٹھانے پر بھی پابندی لگادی تو فضلؒ نے پانی سے بھرے گھڑے کو لیا اور بستر میں اپنے پیٹ کے ساتھ لگائے رکھا، یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور پانی کی ٹھنڈک کچھ ختم ہوگئی۔

کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بنی اسرائیل کے تین آدمی جمع ہوئے اور انہوں نے کہا کہ آؤ ہم اپنے اپنے بڑے گناہ کا ذکر کرتے ہیں، چنانچہ ایک نے کہا کہ مجھ سے سب سے بڑا گناہ یہ ہوا کہ ہم میں سے اگر کسی کے کپڑے کو پیشاب لگ جاتا تو وہ اس کپڑے کو ہی کاٹ دیتا، پس میرے کپڑے کو پیشاب لگا تو میں نے کپڑے کو کاٹا لیکن اسے اچھے طریقہ سے نہیں کاٹا، یہ میرا بڑا گناہ تھا۔ دوسرا کہنے لگا کہ میں اپنے ایک دوست کے ساتھ تھا کہ ہمارے درمیان ایک درخت حائل ہو گیا، پھر میں اس کے سامنے اچانک آیا تو وہ گھبرا گیا پھر میں نے کہا کہ اللہ میرے اور تمہارے درمیان ہے۔ تیسرے نے کہا کہ ایک دن میری والدہ نے مجھے بلایا، میں نے انہیں جواب دیا مگر انہوں نے (والدہ) نے نہیں سنا، پھر وہ غضبناک ہو کر آئیں اور مجھے پتھر مارنے لگیں، میں نے ایک لاٹھی پکڑی اور اسے لے کر اپنی والدہ کے سامنے بیٹھ گیا کہ وہ مجھے اس لاٹھی سے ماریں، لیکن وہ مجھ سے خوفزدہ ہو گئیں اور ان کے چہرے پر اچانک درخت کی ٹہنی لگی جس سے وہ زخمی ہو گئیں، یہ میرا سب سے بڑا گناہ تھا۔

والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے

◎ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد محترم سے نقل کرتے ہیں کہ ان کے والد فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کبیرہ گناہوں کا ذکر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ (کبیرہ گناہ یہ ہیں)، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، آپؐ ٹیک لگائے بیٹھے تھے کہ پھر بیٹھ گئے اور فرمایا: خبردار! جھوٹی گواہی دینا'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جملے کو بار بار دہراتے رہے، یہاں تک کہ ہم نے کہا کہ کاش! کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاموش ہو جائیں۔ (البخاری ۲٦٥٤۔ مسلم ۸۷۔ الترمذی ۱۹۰۱)

◎ حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہؐ سے کبیرہ گناہوں کے متعلق دریافت کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا: ''کبیرہ گناہ یہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، اور کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا'' (البخاری ۲٦٥۳۔ مسلم ۸۸۔ الترمذی ۱۲۰۷)

◎ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: کبیرہ گناہ یہ ہیں، اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک کرنا، والدین کی نافرمانی کرنا، کسی جان کو (ناحق) قتل کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔" (البخاری ٦٦٧٥۔الترمذی ٣٠٢١)

◎ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: "جنت میں والدین کا نافرمان، شراب کا عادی اور تقدیر کا منکر داخل نہ ہوگا۔" (الکبری ١٧٥/٣۔مسند احمد ٤٤١/٦)

◎ حضرت ابن عمرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "تین اشخاص ایسے ہیں کہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ان کی طرف نہیں دیکھیں گے، ایک والدین کا نافرمان، دوسرا شراب خوری کا عادی اور تیسرا وہ شخص جو کچھ دے کر احسان جتانے والا ہو۔" (صحیح ابن حبان ٣٣٥/١٦۔مستدرك الحاکم ١٤٦/٤۔١٤٧)

◎ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "چار آدمی ایسے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ان کو نہ جنت میں داخل کرے اور نہ ہی جنت کی نعمتوں کا مزہ چکھائے، ایک شراب خوری کا عادی شخص، دوسرا سود خور تیسرا یتیم کا مال ناحق طور پر کھانے والا اور چوتھا والدین کا نافرمان۔" (مستدرك الحاکم ٣٧/٢)

ماں باپ کی بہرصورت اطاعت لازم ہے

◎ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ "جو شخص اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے ماں باپ اس سے راضی ہوں تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لیے جنت کے دو دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور جو شخص اس حال میں شام کرتا ہے کہ اس کے ماں باپ اس سے راضی ہوں تو (وہ شام اس حال میں کرتا ہے کہ) دو دروازے کھول دیے جاتے ہیں۔ اور جو شخص اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے ماں باپ اس سے ناراض ہوں تو وہ اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اس کے لیے جہنم کے دو دروازے کھول دئے جاتے ہیں اور اگر ایک ناراض ہو تو ایک دروازہ کھول دیا جاتا ہے، کسی نے عرض کیا کہ اگرچہ ماں باپ ظلم

کریں؟'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر چہ وہ ظلم کریں، اگر چہ وہ ظلم کریں، اگر چہ وہ ظلم کریں۔'' (شعب الایمان ۲۰۶/۶)

◎ حضرت عمرو بن مرہ الجہنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یارسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور میں پانچ نمازیں ادا کرتا ہوں اور زکوٰۃ دیتا ہوں اور رمضان کے روزے رکھتا ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص ان امور پر فوت ہوگا وہ قیامت کے دن انبیاء، صدیقین، شہداء اور صالحین کے ساتھ اس طرح ہوگا (آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو اٹھا کر ملایا) جب تک کہ اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرے۔''

(صحیح ابن خزیمۃ ۳۴۰/۳)

حسنِ سلوک نہ کرنے والا دوزخ کا مستحق ہے

◎ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ (ایک روز) منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور کہا، آمین، آمین، آمین، جب منبر سے نیچے تشریف لائے تو کسی نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب آپ منبر پر رونق افروز ہوئے تو آپ ﷺ نے تین بار آمین کہا، اسکی کیا وجہ تھی؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''جبرئیل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے کہا تھا کہ جو شخص رمضان (کا مہینہ) پائے اور اس کی مغفرت نہ ہوئی اور وہ دوزخ میں داخل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کر دے، آپ ﷺ کہیں آمین، تو میں نے اس پر آمین کہا، اور جو شخص اپنے ماں باپ یا ان میں سے ایک کو پائے اور ان کے ساتھ حسن سلوک نہ کرے اور دوزخ میں داخل ہو جائے تو اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کردے، آپ ﷺ کہیں آمین، میں نے اس پر کہا کہ آمین، اور جس شخص کے سامنے آپ ﷺ کا ذکر ہو اور وہ آپ ﷺ پر درود شریف نہ پڑھے اللہ تعالیٰ اسے (اپنی رحمت سے) دور کردے، آپ ﷺ کہیں آمین، میں نے اس پر کہا آمین۔'' (صحیح ابن حبان ۱۴۰/۲ ـ مسند البزار ۲۴۱/۴ ـ مسند ابی یعلی ۳۲۸/۱۰)

◎ علی بن الطفیل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے آپ کو کوئی خاص چیز بتائی ہے جو دوسروں کو نہیں بتائی؟ انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ایسی کوئی خاص بات جو کسی اور کو نہ بتائی ہو، ہمیں نہیں بتائی، سوائے ان احکام کے جو میری تلوار کی میان میں موجود ہیں، پھر انہوں نے اپنا صحیفہ نکالا تو اس میں یہ تحریر تھا کہ:

''اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرے، اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو زمین کی حدود کے لیے مقررہ علامات کو چوری کرے، اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرے۔''

(صحیح مسلم۱۹۷۸۔صحیح ابن حبان ۵۷۰/۱٤)

◎ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اس شخص کی ناک خاک آلود ہو۔ اس شخص کی ناک خاک آلود ہو۔'' کسی نے دریافت کیا: یارسول اللہ ﷺ! کس کی؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص اپنے ماں باپ یا ان میں سے ایک کو بڑھاپے کے وقت میں پائے اور (خدمت نہ کرکے) جہنم میں داخل ہو جائے۔'' (صحیح مسلم ۲۵۵۱)

ماں باپ کو گالی دینے والا ملعون ہے

◎ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا! ملعون ہے وہ شخص جو اپنے باپ کو گالی دے، ملعون ہے وہ شخص جو اپنے باپ کو گالی دے، ملعون ہے وہ شخص جو اپنی ماں کو گالی دے۔'' (مسند احمد ۲۱۷/۱۔الحلیة ۲۳۲/۹)

◎ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے سات آسمانوں کے اوپر اپنی مخلوق میں سے سات آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے، (ان میں سے ایک) وہ ملعون ہے جو اپنے ماں باپ کی نافرمانی کرے۔''

(مستدرك الحاكم ۳۵٦/٤۔المعجم فی الاوسط ۲۳٤/۸۔شعب الایمان ۳۷۹/٤)

◎ حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کو قبول نہیں کرتے جس سے اس کے ماں باپ ناراض ہوں جبکہ وہ (والدین) اس پر ظلم کرنے والے نہ ہوں۔'' (کنزالعمال ٤٥٥٢٥)

◎ حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنے والدین کو راضی کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو راضی کیا اور جس نے اپنے والدین کو ناراض کیا اس نے اللہ تعالیٰ کو ناراض کیا۔'' (فیض القدیر ٦/١ ٥)

والدین کا نافرمان مغفرت کے لائق نہیں

◎ حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہؐ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ والدین کے نافرمان سے فرماتا ہے کہ تو جو چاہے عمل کر، میں تیری مغفرت نہیں کروں گا، اور فرمانبردار سے فرماتا ہے کہ تو جو چاہے عمل کر، میں تیری مغفرت کردوں گا۔ (حلية ١٠/٢١٦)

◎ حضرت ابوبکرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ گناہوں (کی سزا) کو قیامت تک مؤخر کر دیتا ہے۔ سوائے والدین کے نافرمان کو، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ والدین کے نافرمان کو جلد ہی دنیا کی زندگی میں بدلہ دے دیتا ہے۔'' (مستدرك حاكم ٤/١٥٦)

◎ حضرت انس ﷺ سے مروی ہے کہ نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی کی کہ اے موسیٰ والدین کو نافرمانی کا کلمہ کہنا میرے نزدیک بہت بھاری ہے، لوگوں نے پوچھا اے موسیٰ! وہ نافرمانی کا کلمہ کیا ہے؟ تو موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ والدین کو یہ کہے کہ میں حاضر نہ ہوں۔

کسی دانا کا قول ہے: والدین کے نافرمان سے دوستی نہ رکھ اس لیے کہ وہ تیرا خیر خواہ نہیں ہے کیونکہ اس نے اس شخص کی نافرمانی کی ہے جس کا تجھ سے زیادہ اس پر حق ہے۔

والدین کی نافرمانی کی نحوست

◎ حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ﷺ سے مروی ہے کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کے

کے پاس آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! وہاں ایک لڑکا ہے جس پر موت کا وقت آ چکا ہے اُس سے کہا گیا ہے کہ لا الٰہ اللہ کہے، وہ یہ کہنے کی طاقت نہیں رکھتا، حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا زندگی میں اس نے لا الٰہ اللہ پڑھا ہے تو جواب ملا جی ہاں کیوں نہیں حضور ﷺ نے فرمایا تو پھر موت کے وقت لا الٰہ اللہ کہنے سے کیا چیز مانع ہے؟ پھر رسول اللہ ﷺ اور ہم بھی اُن کے ساتھ اُٹھے یہاں تک کہ لڑکے کو لایا گیا۔ حضور ﷺ نے لڑکے سے فرمایا کہ لا الٰہ اللہ کہہ تو اس نے جواب دیا میں یہ کہنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کیوں نہیں کہہ سکتے؟ تو اس لڑکے نے جواب دیا کہ والدہ کی نافرمانی کی وجہ سے حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا والدہ زندہ ہے؟ اس نے کہا جی ہاں، حضور ﷺ نے فرمایا اسے بلاؤ پھر اس کی والدہ کو بلایا گیا تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ کیا یہ تیرا بیٹا ہے؟ جواب ملا جی ہاں، حضور ﷺ نے فرمایا تیری کیا رائے ہے کہ اگر آگ دہکا دی جائے اور تجھے کہا جائے کہ اس کی تو نے شفاعت نہ کی تو ہم اسے آگ میں پھینک دیں گے تو والدہ نے کہا کہ اب میں اس کی سفارش کرتی ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تو اللہ کو اور ہمیں اس پر گواہ بنا کہ تو اس سے راضی ہے تو عورت نے کہا اے اللہ میں تجھے اور تیرے رسول ﷺ کو گواہ بناتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہوں، حضور ﷺ نے فرمایا اے لڑکے لا الٰہ اللہ کہہ، چنانچہ لڑکے نے لا الٰہ اللہ کہہ دیا، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمام تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے میری وجہ سے اسے آگ سے بچا لیا۔ (الشعب ۱۹۸/۶)

ایک عبرت انگیز واقعہ

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میں بیت الحرام کا طواف کر رہا تھا کہ مجھے حاجیوں اور عمرہ کرنے والوں کی کثرت نے حیران کر دیا تو میں نے کہا کہ کاش! مجھے معلوم ہو جائے کہ ان میں سے کس کا حج مقبول ہے میں اسے مبارک باد دوں اور کس کا حج نامقبول ہے کہ میں اسے تسلی دوں۔

جب رات ہوئی تو میں نے خواب میں ایک کہنے والے کو یہ کہتے ہوئے دیکھا کہ

مالک بن دینار سوال کرتے ہیں کہ حج اور عمرہ کرنے والوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے ان سب کی مغفرت فرمادی چھوٹوں بڑوں، مردوں، عورتوں، کالے اور سرخ سب کی، مگر ایک شخص ایسا ہے کہ جس پر اللہ تعالیٰ کو غصہ ہے اور اللہ نے اس کے حج کو قبول نہیں کیا۔

حضرت مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ رات کو میں سویا اس رات کو سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں جانتا اور مجھے ڈر لگنے لگا کہ کہیں میں ہی وہ شخص نہ ہوں جب دوسری رات ہوئی تو میں نے خواب میں پھر ایسا ہی دیکھا لیکن مجھے یہ کہا گیا کہ تم وہ شخص نہیں ہو بلکہ وہ خراسان میں شہر بلخ کا ایک آدمی ہے جس کا نام محمد بن ہارون بلخی ہے، جب صبح ہوئی تو میں خراسان کے قبائل کے پاس آیا اور میں نے پوچھا کہ کیا تم میں محمد بن ہارون نامی شخص ہے؟ لوگ کہنے لگے واہ واہ تو ایسے شخص کے بارے میں سوال کرتا ہے کہ خراسان میں اس سے بڑا عابد و زاہد اور قاری کوئی نہیں۔

مجھے لوگوں سے اس کی یہ تعریف سن کی تعجب ہوا کہ میں نے خواب میں کیا دیکھا ہے اور یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ میں نے کہا کہ مجھے اس کا پتہ بتاؤ تو لوگوں نے جواب دیا کہ وہ چالیس سال سے دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے اور اس کا ٹھکانہ بے آباد جگہیں ہیں اور ہمارا خیال ہے کہ وہ مکہ کے جنگلات میں ہوگا۔

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اسے ایسی جگہوں میں تلاش کرنا شروع کر دیا اچانک میں نے دیکھا کہ ایک شخص دیوار کے پیچھے کھڑا تھا اور اس کا دایاں ہاتھ اس کی گردن میں لٹکا ہوا تھا اور اس نے اسے دو رسیوں کے ساتھ اپنے پاؤں کے ساتھ باندھا ہوا تھا، اسی حال میں وہ رکوع اور سجدہ کرتا تھا جب اس شخص نے میری قدموں کی آہٹ محسوس کی تو پوچھا تم کون ہو؟ میں نے کہا مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ، تو اس نے کہا کہ میرے پاس کیوں آئے ہو؟ اگر تم نے کوئی خواب دیکھا ہے تو مجھے بیان کر دو۔ میں نے کہا: مجھے شرم آتی ہے، اس شخص نے کہا تم بیان کرو، مالک فرماتے ہیں کہ میں نے خواب بیان کیا تو وہ شخص بہت دیر تک روتا رہا اور کہنے لگا: اے مالک اس

طرح کے خواب میرے بارے میں چالیس سال سے دیکھے جا رہے ہیں۔ ہر سال آپ جیسا کوئی زاہد یہ خواب دیکھتا ہے کہ میں اہل جہنم میں سے ہوں۔

میں نے کہا کہ کیا تمہارے اور اللہ کے درمیان کوئی بڑا گناہ حائل ہے؟ تو اس شخص نے کہا جی ہاں میرا گناہ زمین و آسمان، پہاڑوں اور عرش و کرسی سے بھی بڑا ہے، مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے کہا کہ وہ گناہ مجھے بتاؤ تاکہ میں لوگوں کو بتاؤں کہ وہ یہ کام نہ کریں تو اس شخص نے جواب دیا کہ اے مالکؒ میں بہت زیادہ شراب پینے والا شخص تھا، میں نے ایک دن شراب پی، مجھے نشہ ہو گیا اور میری عقل زائل ہو گئی، میں گھر آیا میری ماں ہمارے لئے تندور گرم کر رہی تھی، جب ماں نے مجھے نشے میں نڈھال دیکھا تو میرے پاس آئی تاکہ مجھے کھانا کھلائے اور یہ کہنے لگی کہ آج شعبان کا آخری دن ہے اور رمضان کی پہلی رات ہے، لوگ روزہ کی حالت میں صبح کریں گے اور تو نشے کی حالت میں صبح کرے گا، کیا تجھے اللہ سے حیا نہیں آتی؟

میں نے اپنا ہاتھ اٹھایا اور مکا دے مارا تو والدہ نے کہا تو ناکام ہو گیا میں ان کی اس بات سے غصے ہوا اور میں نے والدہ کو اٹھا کر تندور میں پھینک دیا جب میری بیوی نے مجھے دیکھا تو مجھے کمرے میں داخل کر کے دروازہ بند کر دیا۔

جب رات کے آخری حصے میں میرا نشہ اتر گیا تو میں نے اپنی بیوی کو دروازہ کھولنے کے لیے بلایا تو اس نے مجھے بے رخی سے جواب دیا، میں نے کہا تیرے لیے ہلاکت ہو یہ بے رخی کیسی؟ آج سے پہلے تو ایسی نہیں تھی۔ تو بیوی نے کہا: تم اس قابل نہیں کہ تم پر رحم کیا جائے میں نے پوچھا کیوں میں اس قابل نہیں؟ بیوی نے جواب دیا کہ تو نے اپنی ماں کو قتل کیا اور اسے تندور میں پھینک دیا اور وہ جل گئی۔ جب میں نے یہ بات سنی تو مجھ سے رہا نہ گیا کہ میں دروازہ توڑ دوں میں تندور کے پاس گیا دیکھا وہ اس میں جلی ہوئی روٹی کی طرح تھیں، میں متوجہ ہوا میں نے اپنا ہاتھ دروازے کے کواڑ میں رکھا اور اپنا دایاں ہاتھ کاٹ دیا اور اپنی گردن میں سے سوراخ کیا، پھر اس میں رسی

ڈالی اور اپنے پاؤں کے ساتھ اسے باندھ دیا، میری ملکیت میں آٹھ ہزار دینار تھے، میں نے انہیں سورج غروب ہونے سے پہلے صدقہ کر دیا اور اپنے غلام آزاد کر دیئے اور اپنے اوقات کو اللہ کے راستے میں وقف کر دیا اور میں چالیس سال سے دن کو روزہ رکھتا ہوں اور رات کو قیام کرتا ہوں، ہر سال حج کرتا ہوں اور ہر سال آپ جیسا عابد شخص میرے بارے میں یہ خواب دیکھتا ہے۔ میں نے اپنا ہاتھ اس کے منہ پر مارا اور کہا اے بد بخت! قریب تھا کہ زمین اور اس پر جو کچھ ہے وہ جل جاتا تیری آگ کی وجہ سے، پھر میں وہاں سے چلا آیا، یہاں تک کہ میں اس کی آواز سن رہا تھا اور اسے دیکھ نہیں رہا تھا، پس اس شخص نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور یوں دعا کی! اے غم و پریشانی کے دور کرنے والے، پریشان حالوں کی دعاؤں کو قبول کرنے والے میں تیری رضا کے ذریعے تیری ناراضگی سے پناہ مانگتا ہوں اور تیری معافی کے ذریعے تیری سزا سے پناہ مانگتا ہوں، میری امید ختم نہیں ہوئی اور نہ ہی میری دعا میں کمی ہوئی ہے۔

مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے گھر گیا اور سو گیا میں نے خواب میں دیکھا کہ کہنے والا کہہ رہا تھا اے مالک! لوگوں کو اللہ کی رحمت سے مایوس نہ کرو بے شک اللہ نے ملاء اعلیٰ سے محمد بن ہارون کو پیغام بھیجا ہے کہ اس کی دعا کو قبول کر لیا گیا ہے۔ اور اس سے کہہ دو کہ بے شک اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوقات کو جمع کرے گا اور بے سینگ کی بکری کو سینگ والی بکری سے قصاص دلائے گا اور تجھے اور تیری والدہ کو جمع کرے گا تیرے خلاف تیری والدہ کے حق میں فیصلہ کرے گا اور تجھے آگ کا مزہ چکھائے گا، پھر تجھے تیری والدہ کے حوالے کر دے گا۔ (البر والصلة ۱۱۱)

نافرمانی کی کیفیت

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ والدین کو رلانا نافرمانی ہے۔

عمرو بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اُس شخص نے والدین کی فرمانبرداری نہیں کی جس نے والدین کی طرف تیز نگاہ سے دیکھا۔

تیز نگاہ سے دیکھنا بھی نافرمانی ہے

محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جو والدین کے آگے چلا اس نے نافرمانی کی ہاں اگر راستے سے تکلیف دہ چیز کو ہٹانے کے لیے آگے چلا تو یہ نافرمانی نہیں، جس نے اپنے باپ کو نام لے کر پکارا تو اس نے بھی نافرمانی کی ہاں اگر یوں کہے اے ابا جان تو یہ صحیح ہے۔ حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ اولاد کے لیے مناسب نہیں ہے کہ جب والد اسے مارے تو اس کے ہاتھ کو روکے، اور والدین کی طرف تیز نظر سے دیکھنا نافرمانی ہے اور والدین کو غمگین کرنا یہ بھی ان کی نافرمانی ہے۔

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں قطع رحمی کی انتہا ہے کہ بندہ بادشاہ کے سامنے اپنے باپ سے حجت بازی کرے۔

فرقد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے بعض کتابوں میں پڑھا ہے کہ جس نے والدین کی طرف تیز نظر سے دیکھا اس نے فرمانبرداری نہیں کی حالانکہ والدین کی طرف دیکھنا عبادت ہے اور اولاد کے لیے والدین کے آگے چلنا مناسب نہیں اور اس کی موجودگی میں کلام نہ کرے اور ان کے دائیں طرف نہ چلے نہ بائیں طرف مگر جب وہ بلائیں تو جواب دے، کوئی حکم کریں تو اطاعت کرے ان کے سامنے عاجز فقیر کی طرح چلے۔

یزید بن ابی حبیب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ والدین سے حجت بازی کرنا نافرمانی ہے۔ حضرت کعب الاحبار رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ والدین کی نافرمانی کے بارے میں تو انہوں نے فرمایا جب تیرے والدین نے تجھے کسی بات کا حکم دیا تو نے اطاعت نہ کی تو یہ ان کی نافرمانی ہے اور جب تو نے ان کے خلاف بات کی تو بھی نافرمانی کی۔

(زیادۃ من البر والصلۃ ۱۱٤)

اولاد کے حق میں والدین کی دعا کی قبولیت

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین آدمیوں کی دعا رد نہیں ہوتی والد، مظلوم اور مسافر کی۔ (مصنف ابن ابی شیبۃ ۷/٤۸)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں والدین کی دعا مال اور اولاد کو بڑھاتی ہے۔

(البر والصلہ ۱۲۰)

حضرت حسن رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا گیا کہ اولاد کے لیے والد کی دعا کیسی ہے؟ انہوں نے جواب دیا نجات کا ذریعہ ہے۔

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں تین اشخاص ایسے ہیں کہ ان کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔ مظلوم کی دعا، والد کی اپنی اولاد کے حق میں دعا اور لا الہ الا اللہ کی گواہی دینا۔

اسی طرح مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ والد کی دعا اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ نہیں۔

بیٹا دشمن کی قید سے رہا ہو گیا

ابو عبدالرحمٰن سے روایت ہے کہ میں نے اپنے والد صاحب کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک عورت مخلد بن حسین کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میرے بیٹے کو روم والوں نے قید کر لیا ہے، میرے پاس سوائے ایک چھوٹے سے گھر کے کچھ بھی نہیں اس گھر کو میں بیچ بھی نہیں سکتی، آپ کسی ایسے شخص کے بارے میں مجھے بتا دیں جو میری مدد کرے، میرا تو

رات دن کا سکون برباد ہو گیا ہے، شیخ نے تھوڑی دیر توقف کے بعد دعا فرمائی، پھر وہ عورت چلی گئی، کچھ مدت کے بعد وہ عورت دوبارہ آئی اس کے ساتھ اس کا بیٹا بھی موجود تھا وہ اسے لے کر آئی اور کہنے لگی کہ یہ جوان آپ سے اپنا واقعہ بیان کرنا چاہتا ہے، نوجوان نے اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ! میں قیدیوں کی ایک جماعت کے ساتھ روم کے بادشاہ کے قبضے میں تھا، ہم مغرب کے بعد کام سے فراغت حاصل کر کے آرہے تھے کہ اچانک میرے پاؤں کی بیڑی کھل گئی اور زمین پر گر پڑی، لڑکے نے شیخ کے سامنے اس واقعہ کے پیش آنے کا دن اور وقت بھی بیان کیا۔ وہ وقت اس وقت کے موافق تھا کہ جس میں اس کی والدہ شیخ کے پاس آئی تھی اور شیخ نے ان کے لیے دعا کی تھی۔لڑکا بیان کرتا ہے کہ جب بیڑی کھل گئی تو مجھ پر نگران شخص چیختے ہوئے بولا کہ تو نے بیڑی توڑ دی ہے؟ میں نے جواب دیا نہیں یہ تو خود ہی کھل کر گرگئی، وہ شخص جواب سن کر حیران و پریشان ہو گیا اور اپنے ساتھی کو بھی مطلع کیا، پھر لوہار نے، بیڑی جوڑ دی اور مجھے دوبارہ قید کرلیا میں ابھی چند ہی قدم چلا تھا کہ بیڑی دوبارہ ٹوٹ گئی یہ منظر دیکھ کر سارے حیران ہو گئے اور انہوں نے اپنے پادری کو بلایا، پادری نے مجھ سے سوال کیا کہ کیا تیری والدہ زندہ ہیں؟ میں نے کہا جی ہاں، زندہ ہیں، پادری کہنے لگا تیری والدہ کی دعا قبول ہوگئی۔اللہ تعالیٰ نے تجھے آزاد کر دیا تجھے قید کرنا اب ہمارے بس کی بات نہیں، مجھے کچھ زادِراہ بھی دیا اور مسلمانوں کی جماعت میں مجھے پہنچا دیا۔

اولاد پر والدین کی بددعا کا اثر

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تین شخص ایسے ہیں کہ ان کی دعا کی قبولیت میں کوئی شک نہیں، ایک مظلوم کی دعا، دوسری مسافر کی دعا اور تیسری والدین کی اپنی اولاد کے خلاف دعا۔

(ترمذی ۳۴۴۸۔ابو داود ۱۵۳۶)

◎ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جریج نامی

ایک شخص تھا جو اپنے عبادت خانے میں عبادت کیا کرتا تھا اور اس عبادت خانے کے نیچے ایک بکریاں چرانے والا رہتا تھا۔ اس بستی کی ایک عورت اس چرواہے کے پاس آیا جایا کرتی تھی، ایک دن جریج کی والدہ اس کے پاس آئی اور جریج کو پکارنے لگی اے جریج! جریج اس وقت نماز پڑھ رہا تھا۔ اس نے دل میں سوچا کہ اے پروردگار! ایک طرف ماں آواز دے رہی ہے اور ایک طرف نماز ہے، چنانچہ اس نے نماز ہی کو ترجیح دی اور نماز میں مصروف رہا۔ والدہ نے دوتین دفعہ زوردار آواز سے پکارا لیکن جریج کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو والدہ یہ کہتے ہوئے چلی گئی کہ اللہ تجھے اس وقت تک موت نہ دے جب تک کہ تو بدکار عورتوں کو نہ دیکھ لے۔

چنانچہ چرواہے کے ہاں آنے جانے والی عورت کا بچہ پیدا ہوگیا جب لوگوں نے اس سے پوچھا کہ بچہ کس کا ہے؟ تو اس نے کہا کہ جریج کا ہے، چنانچہ لوگوں نے غصے میں آکر جریج کے عبادت خانے کو گرادیا اور اس کی گردن میں رسی ڈال کر اسے بدکار عورتوں کے پاس لے گئے، عورتیں جریج کی طرف دیکھنے لگیں تو جریج مسکرایا، اور بادشاہ سے پوچھا کہ اس عورت کا کیا دعویٰ ہے؟ بادشاہ نے کہا: اس کا کہنا ہے کہ یہ بچہ تیرا ہے، چنانچہ جریج بچے کی طرف متوجہ ہوا اور اس سے پوچھا کہ تیرا باپ کون ہے؟ بچہ بول پڑا کہ میرا باپ چرواہا ہے، بادشاہ حیران ہوگیا اور جریج سے کہنے لگا کہ آپ کے عبادت خانے کو سونے کا بنا دیا جائے گا؟ جریج نے جواب دیا نہیں جیسے پہلے تھا ویسا ہی دوبارہ بنا دیا جائے۔ بادشاہ نے حیرت زدہ ہوکر جریج سے پوچھا کہ جب عورتیں آپ کو دیکھ رہی تھیں آپ اس وقت مسکرا کیوں رہے تھے؟ جریج نے جواب دیا کہ مجھے میری ماں کی بدعا لگ گئی، پھر اپنا سارا واقعہ بیان کیا۔ (بخاری: ۱۲۰٦۔ ٤۲۸۲۔ ۳٤۳٦۔ ۳٤٦٦)

والدین کا اولاد سے یا اولاد کا والدین سے براءت کا اظہار کرنے پر وعید

◎ حضرت انس جہنی اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ چند آدمی ایسے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ نہ ان سے کلام کرے گا،

نہ ان کا تزکیہ کرے گا اور نہ ہی ان کی طرف دیکھے گا، پوچھا گیا: یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا والدین سے برات کا اظہار کرنے والا شخص، ان سے بے رغبتی اختیار کرنے والا، اولاد سے براءت کا اظہار کرنے والا اور وہ شخص کہ جس پر کسی نے انعام کیا اور اس نے نعمتوں کی ناشکری کی اور ان سے براءت کا اظہار کیا۔

(مسند امام احمد ٤٤٠/٤۔ کبیر ١٩٥/٢٠)

◎ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کوئی بھی شخص جس نے اپنی اولاد کا انکار کیا اس حال میں کہ وہ اسے دیکھ رہا تھا تو اللہ تعالیٰ اس سے پردہ فرمائیں گے اور اسے اولین وآخرین کے سامنے رسوا کرے گا۔

(ابو داؤد ٢٢٦٣۔ابن ماجہ ٢٧٤٣)

اپنا نسب باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف منسوب کرنے پر وعید

◎ ابراہیم تیمی رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں خطاب کرتے ہوئے فرمایا: جس شخص کا گمان یہ ہو کہ ہم کتاب اللہ اور اس صحیفے کے علاوہ کسی اور چیز کو پڑھتے ہیں جس صحیفے میں اونٹوں کے دانتوں اور مختلف زخموں کی دیت کا بیان ہے تو یہ گمان کرنے والا جھوٹا ہے۔ اسی صحیفے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے اپنا نسب باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کیا یا غلام نے اپنی غلامی کو اپنے آقا کے علاوہ دوسرے کی طرف منسوب کیا تو اس پر اللہ کی لعنت، فرشتوں اور سب انسانوں کی لعنت، اللہ تعالیٰ اس کی نہ فرض عبادت قبول کریں گے نہ نفل عبادت۔''

(البخاری ١٨٧٠۔مسلم ١٢٧٠)

◎ حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے کانوں سے سنا اور پھر دل میں بٹھایا کہ محمد ﷺ نے یہ فرمایا، ''کہ جس شخص نے اپنا نسب باپ کے علاوہ کی طرف منسوب کیا اس حال میں کہ اُسے معلوم بھی ہے جنت اُس پر حرام ہے۔''

حضرت سعد رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میری ملاقات ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے ہوئی میں نے ان

کے سامنے یہ حدیث بیان کی تو انہوں نے کہا کہ میں نے بھی حضورؐ سے ایسا ہی سنا۔"

(بخاری ٦٧٦٧۔ مسلم ٦٣)

◎ ابوزرعہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: اپنے آباء سے بے رغبتی کا اظہار نہ کرو جس نے اپنے باپ سے بے رغبتی اختیار کی وہ کفر کے قریب ہو گیا۔" (بخاری ٦٧٦٨۔ مسلم ٦٢١)

والدین کے لیے گالی گلوچ کا سبب بننے کا گناہ

عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: بے شک ہر کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ کوئی شخص اپنے والدین پر لعن طعن کرے، صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! کوئی کیسے اپنے والدین پر لعن طعن کر سکتا ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ اس طرح سے کہ ایک شخص دوسرے کے باپ کو برا بھلا کہتا ہے دوسرا پہلے کے باپ کو برا بھلا کہتا ہے، اور ایک دوسرے کی ماں کو برا بھلا کہتا ہے (دوسرا) اس کی ماں کو برا بھلا کہتا ہے۔" (بخاری ٥٩٧٣۔ مسلم ٩٠)

◎ حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے کہ آدمی والدین کو برا بھلا کہے حضور ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیسے کوئی والدین کو برا بھلا کہہ سکتا ہے؟ تو حضور ﷺ نے فرمایا کہ ایک شخص دوسرے کے باپ کو گالی دے دوسرا اس کے باپ کو گالی دے ایک دوسرے کی ماں کو گالی دے (دوسرا) اس کی ماں کو گالی دے۔ (ابوداؤد ٥١٤١۔ ترمذی ١٩٠٢)

والدین کے لیے ھبہ کردہ چیز کے واپس لینے کا جواز

◎ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے ہبہ کی ہوئی چیز کو واپس لینا حلال نہیں سوائے والد کے۔" (معانی الاثار ٧٩/٤)

◎ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول

اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ آدمی کے لیے حلال نہیں کہ وہ ھدیہ دے پھر واپس لے لے، سوائے والد کے کہ وہ اپنی اولاد سے واپس لے سکتا ہے۔

(احمد ۲/ ۲۷۔ابو داود ۳۵۳۹)

والدین کی وفات کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک

◎ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب کوئی انسان مرجاتا ہے تو اس کے تمام اعمال منقطع ہو جاتے ہیں سوائے تین اعمال کے ایک صدقہ جاریہ، دوسرا وہ علم جو فائدہ مند ہو اور تیسرا نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے۔ (مسلم ۱۶۳۱۔ترمذی ۱۳۷۶)

◎ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ سات چیزیں ایسی ہیں کہ جن کا اجر بندے کے لیے موت کے بعد بھی جاری رہتا ہے حالانکہ بندہ قبر میں ہوتا ہے، ایک وہ جس نے علم سکھلایا، جس نے نہر کھدوائی، جس نے کنواں کھدوایا، جس نے شجر کاری کی، جس نے مسجد بنائی، جس نے قرآن پاک چھپوایا، اور جس نے اولاد چھوڑی جو اس کے لیے استغفار کرے۔ (الحلیۃ ۲/ ۳۴۴)

◎ عبید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شخص نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا کوئی چیز نیکی میں سے ہے والدین کے لیے جو ان کی موت کے بعد انھیں فائدہ پہنچائے۔ حضور ﷺ نے جواب دیا: جی ہاں! چار چیزیں ہیں۔ ایک والدین کے لیے دعا کرنا، دوسرا ان کیلئے استغفار کرنا، تیسرا ان کے عہد کو پورا کرنا، چوتھا ان کے دوستوں کا اکرام اور ان کے ساتھ صلہ رحمی کرنا جن کے ساتھ صلہ رحمی صرف انہی کی وجہ سے ہو۔ (مستدرك حاكم ۴/ ۱۵۵)

◎ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نیک بندے کے لیے جنت میں ایک درجہ بلند کر دیتا ہے تو بندہ پوچھتا ہے اے میرے پروردگار! یہ کس وجہ سے درجہ بلند ہوا؟ اللہ فرماتا ہے تیرے لیے تیری اولاد کے

استغفار کرنے کی وجہ سے۔(مسند امام احمد ۵۰۹/۲۔ابن ماجہ ۳۶۶۰)

◎ حضرت معاذ بن جبل ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے قرآن پڑھا پھر اس پر عمل کیا اللہ تعالیٰ اس کے والدین کو قیامت کے دن ایسا تاج پہنائے گا جس کی روشنی دنیا کے گھروں میں پہنچنے والی سورج کی روشنی سے زیادہ احسن ہوگی، پھر اس شخص کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے جس نے یہ عمل کیا؟(الکبیر ۱۹۸/۲۰)

◎ ابو کاہل رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا ان کے حیات ہونے کی حالت میں اور ان کے مرجانے کے بعد تو اللہ پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس بندے کو خوش کر دے۔ راوی کہتے ہیں کہ ہم نے پوچھا والدین کے فوت ہو جانے کے بعد حسن سلوک کا کیا مطلب؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ وہ ان کے لیے استغفار کرے اور کسی کے والدین کو بُرا بھلا نہ کہے کہ جواب میں وہ بھی اسے برا بھلا کہے۔(مجمع الزوائد ۲۱۸/۴۔۲۱۹)

◎ حضرت ابن عباس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ زندوں کی طرف سے مُردوں کیلئے ھدیہ، ان کیلئے استغفار کرنا ہے۔

(مسند الفردوس ۱۰۳/٤)

والدین کو صدقہ کا ثواب پہنچتا ہے

◎ حضرت عمرو بن شعیب ﷺ اپنے والد سے اور وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں سے کسی ایک پر کوئی حرج نہیں کہ وہ اپنے والدین کے لیے صدقہ کرے اگر وہ مسلمان ہوں، پس یہ صدقہ والدین کیلئے باعث اجر ہے اور اس شخص کے اجر میں سے کمی کیے بغیر۔(الاوسط ۹۲/۷)

◎ حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت سعد بن عبادہ ﷺ کی والدہ کا انتقال ہو گیا ان کی غیر موجودگی میں تو سعد بن عبادہ ﷺ جب آئے تو حضور ﷺ سے پوچھا: یا رسول اللہ! میری والدہ فوت ہو گئی ہیں، میری غیر موجودگی میں، کیا میں

ان کی طرف سے کوئی صدقہ کروں تو انہیں ثواب پہنچے گا؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں ثواب پہنچے گا، چنانچہ سعد بن عبادہ کہنے لگے کہ میں آپ کو گواہ بناتا ہوں کہ یہ میرا باغ صدقہ ہے والدہ کی طرف سے۔ (مسند احمد ۱/ ۳۸۰)

◎ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ایک آدمی نے نبی ﷺ سے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ! میری ماں فوت ہو چکی ہے اگر میں اس کی طرف سے صدقہ کروں تو کیا اس کے لیے اس کا اجر ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہاں!❋ (ابو داؤد ۲۸۸۲)

❋ مصنف تحفۃ الاحوذی جلد ۳ صفحہ ۲۷۴ پر لکھتے ہیں کہ قاری فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد رحمۃ اللہ علیہ اور جمہور اسلاف میت کو عبادت بدنیہ جیسے روزہ، نماز اور تلاوت قرآن کے ثواب کے پہنچنے کے قائل ہیں اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اس کے قائل نہیں ہیں۔

اسی طرح مصنف فرماتے ہیں کہ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے شرح صدور میں لکھا ہے کہ میت کو قرآن پڑھنے کا ثواب پہنچنے میں اختلاف ہے جمہور سلف اور ائمہ ثلاثہ ثواب پہنچنے کے قائل ہیں سوائے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے امام شافعیؒ دلیل بناتے ہیں اس آیت مبارکہ کو وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی ''اور یہ کہ آدمی کو وہی ملتا ہے جو اس نے کمایا۔''

قائلین نے اس کے مختلف جواب دیئے ہیں۔

۱) یہ آیت اللہ تعالیٰ کے اس قول سے منسوخ ہے وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْھُمْ ذُرِّیَّتُھُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ ''اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور اُن کی پیروی کی اُن کی اولاد نے ایمان کے ساتھ پہنچا دیا ہم نے ان تک اُن کی اولاد کو۔''

اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ بیٹوں کو جنت میں داخل کیا والدین کے نیک ہونے کی وجہ سے۔

۲) یہ آیت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کے ساتھ خاص ہے باقی امت محمدیہ ﷺ کے لیے جو اُس نے کوشش کی اور جو اُس کے لیے کوشش کی گئی دونوں کا ثواب ہے اسی قول کو عکرمہ نے بھی اختیار کیا ہے۔

۳) وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ میں انسان سے مراد کافر ہے باقی مومن کے لیے ثواب ہے جو اُس نے کیا اور جو اُس کے لیے کیا گیا دونوں کا۔ ربیع بن انس بھی اسی کے قائل ہیں۔

۴) چوتھا جواب یہ ہے کہ ایک ہے اللہ کا عدل اور ایک ہے فضل وَاَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی میں جو فرمایا گیا یہ عدل کے طریقے پر ہے باقی اللہ اپنے فضل سے جس کے ثواب کو چاہے بڑھا دے حسن بن فضل اسی کے قائل ہیں۔

۵) الانسان میں لام علیٰ کے معنی میں ہے، یعنی لیس علی الانسان الا ما سعی۔

◎ حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے اپنے والدین کی طرف سے حج کیا یا کسی قرض خواہ کا قرضہ ادا کیا قیامت کے دن وہ شخص نیک لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا۔

(دارقطنی فی سننه ۲/۲۶۰ ـ فیض القدیر ۱/۳۲۹)

والدین کے عزیز واقارب اوران کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک

◎ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ دوران سفر ایک دیہاتی ان کے پاس سے گزرا جو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا، اس دیہاتی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا تم فلاں بن فلاں ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا: ہاں۔ حضرت ابن عمرؓ رضی اللہ عنہ نے اس دیہاتی کو سواری کے لیے ایک گدھا دیا اور اپنے سر سے اپنا عمامہ اتار کر اسے دے دیا، ایک شخص نے کہا کہ یہ دیہاتی آدمی ہے اس کے لیے دو درہم ہی کافی تھے تو ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ حضور ﷺ کا فرمان مبارک ہے کہ اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرو ان سے قطع رحمی نہ کرو ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے نور کو بجھا دے گا۔ (الکبیر ۸/۲۷۹)

◎ حضرت نافع بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مدینہ آئے تو ابنِ عمر رضی اللہ عنہ ان کے پاس آئے، سلام کرتے ہوئے داخل ہوئے اور ان سے سوال کیا، وہ جب اٹھنے لگے تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ''والد کے ساتھ اس کی وفات کے بعد حسن سلوک کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ بندہ اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ حسن سلوک کرے'' چونکہ میرے والد صاحب آپ کے والد صاحب کے دوست تھے اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ صلہ رحمی کر کے نیکی کماؤں۔ (مسلم شریف ۲۵۵۲ ـ الترمذی ۱۹۰۳)

◎ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ وہ اپنے

والد کی وفات کے بعد ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو اسے چاہیے کہ والد کے دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔

والدین کی قبروں کی زیارت کرنا

◎ حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اپنی والدہ محترمہ کی قبر کی زیارت کی اور خود بھی روئے اور حاضرین کو بھی رلایا۔

(مسلم ٩٧٦۔ابو داؤد ٣٢٣٤)

◎ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جس شخص نے اپنے والدین کی قبر کی یا ان دونوں میں سے ایک کی قبر کی زیارت کی جمعہ کے دن پھر سورۂ یٰسین پڑھی تو اس کی مغفرت کردی گئی۔(الکامل، ضعفاء الرجال ٥/١٥١)

◎ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس نے اپنی والدہ کی قبر کی زیارت کی یا ان کے عزیزوں میں سے کسی کی قبر کی زیارت کی تو اس کیلئے حج مقبول کا ثواب لکھ دیا جاتا ہے اور جس کو والدین کی قبر کی زیارت کرتے کرتے موت آگئی تو فرشتے اس کی قبر کی زیارت کرتے ہیں۔

(نوادر الاصول ٤/١٢٦)

عثمان بن سودہ رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ ان کی والدہ بڑی عابدہ زاہدہ خاتون تھیں، انھیں راہبہ کہا جاتا تھا۔ جب ان کی موت کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے یہ دعا کی اے میرے ذخیرہ اعمال! اور اے وہ ذات کہ جس پر زندگی میں اور موت کے بعد بھی میرا اعتماد ہے مجھے موت کے وقت رسوا نہ کرنا، اور مجھے قبر میں وحشت میں مبتلا نہ کرنا۔ راوی کہتے ہیں کہ والدہ کا انتقال ہوگیا تو میں ہر جمعے کو ان کی قبر پر آتا تھا، ان کے لیے دعا کرتا اور باقی اہل قبور کے لیے بھی دعا اور استغفار کرتا۔ ایک دن خواب

میں میں نے اپنی والدہ کو دیکھا تو میں نے ان سے پوچھا کہ اے اماں جان! آپ کا کیا حال ہے؟ والدہ نے جواب دیا اے میرے بیٹے "بے شک موت کا وقت بہت سخت ہے لیکن الحمد للہ میں برزخ میں اچھی حالت میں ہوں قبر میں پھول بچھا دیے گئے ہیں اور قیامت کے دن تک تکیے لگا دیئے گئے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ کیا آپ کو کسی چیز کی حاجت ہے؟ والدہ نے کہا ہاں میری قبر پر آنے اور میرے لیے دعا کرنے کو نہ چھوڑنا اس لیے کہ جب تم جمعے کے دن آتے ہو گھر والوں کے پاس سے تو میں خوش ہوتی ہوں اور مجھ سے کہا جاتا ہے اے راہبہ! یہ تمہارا بیٹا ہے جو تیرے گھر والوں کے پاس سے تیری قبر زیارت کے لیے آیا ہے تو یہ سن کر مجھے بھی خوشی ہوتی ہے اور باقی اہل قبور کو بھی خوشی ہوتی ہے۔" (صفة الصفوة ۶۰۹)

حضرت فضل بن موفق رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ میں کثرت سے اپنے والد صاحب کی قبر پر آتا ہوں، ایک دفعہ میں ایک جنازے کے ساتھ آیا جب اسے دفنایا گیا تو مجھے جلدی جانا تھا اس لیے میں والد کی قبر پر جائے بغیر ہی واپس آ گیا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ والد صاحب یہ کہہ رہے تھے کہ اے میرے بیٹے! تو میرے پاس کیوں نہیں آیا؟ میں نے کہا ابا جان آپ جانتے ہی ہیں۔ والد صاحب نے کہا اللہ کی قسم! جب تو آتا ہے تو پُل پار کرتے ہی تو مجھے نظر آنے لگتا ہے یہاں تک کہ تو میرے پاس آ کر بیٹھ جاتا ہے، پھر جب تو واپس جاتا ہے تو پُل کی دوسری طرف جانے سے پہلے تک تو مجھے نظر آتا رہتا ہے۔ (البر والصلة ۱۳۸)

صلہ رحمی کا ثواب اور قطع رحمی کی سزا

◎ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اس کی عمر دراز کر دی جائے اور اس کے رزق میں اضافہ کر دیا جائے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے۔ (مسند احمد ۲۲۹/۳)

◎ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس

شخص کی یہ چاہت ہو کہ اس کی عمر دراز کر دی جائے، اس کے رزق میں وسعت کر دی جائے اور اس سے مصائب دور کر دیئے جائیں تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے۔ (المختارہ ۲/۱۵۸)

◎ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ صلہ رحمی، حسن اخلاق اور پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک یہ گھروں کو آباد کرنے اور عمروں میں اضافے کا سبب ہیں۔ (مسند امام احمد ۶/۱۵۹)

◎ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: نیک کاموں کو اختیار کرنا مصائب سے بچاؤ کا ذریعہ ہیں، پوشیدہ طور پر صدقہ کرنا یہ اللہ تعالیٰ کے غصے کو ٹھنڈا کرتا ہے اور صلہ رحمی عمر میں اضافے کا سبب ہے۔''

(الاوسط ۱/۲۸۹ ۔ الکبیر ۸/۲۶۱)

◎ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ پانچ طرح کے آدمی جنت میں داخل نہیں ہوں گے۔ شرابی، سحر پر ایمان رکھنے والا، قطع رحمی کرنے والا، نجومی اور؟ (مسند احمد ۳/۱۴ ۔ ۳/۸۳)

◎ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ہر انسان کے اعمال ہر جمعرات کو، یعنی جمعہ کی رات کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں تو اس وقت قطع رحمی کرنے والا کا عمل قبول نہیں کیا جاتا۔

(مسند امام احمد ۲/۴۸۳ ۔ شعب الایمان ۶/۲۲۴)

قطع رحمی کی ممانعت

◎ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے جب مخلوق کو پیدا فرمایا تو رحم کھڑا ہو گیا اور عرض کی اے اللہ! میں تجھ سے قطع رحمی کرنے والے سے پناہ مانگتا ہوں تو اللہ نے فرمایا: ''کیا تو اس بات پر

راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اسے توڑوں گا اور اگر تم چاہو تو یہ آیات پڑھ لو۔''

فَهَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ تَوَلَّيْتُمْ أَنْ تُفْسِدُوا فِي الْأَرْضِ وَتُقَطِّعُوا أَرْحَامَكُمْ ۝ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ لَعَنَهُمُ اللَّهُ فَأَصَمَّهُمْ وَأَعْمَىٰ أَبْصَارَهُمْ ۝ أَفَلَا يَتَدَبَّرُونَ الْقُرْآنَ أَمْ عَلَىٰ قُلُوبٍ أَقْفَالُهَا ۝

''پھر تم سے یہ بھی توقع ہے اگر تم کو حکومت ہو کہ خرابی ڈالو ملک میں اور توڑو اپنے ناطے، ایسے لوگ وہی ہیں جن کو پھٹکارا اللہ نے، پھر کر دیا ان کو بہرے اور اندھی کر دی ان کی آنکھیں، کیا دھیان نہیں کرتے قرآن میں یا ان کے دلوں پر قفل لگ رہے ہیں۔'' [محمد: ۲۲،۲۳،۲۴]

(بخاری ۴۸۳۰۔۴۸۳۱۔۴۸۳۲۔۵۹۸۷)

◎ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ رحم عرش کے ساتھ معلق ہوتا ہے اور یہ کہتا ہے جس نے مجھے جوڑا اللہ اسے جوڑے اور جس نے مجھے توڑا اللہ اسے توڑے۔ (بخاری ۵۹۸۹۔مسلم شریف ۲۵۵۵)

◎ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ گناہ کہ جس کے کرنے والے کو اللہ دنیا میں ہی جلد سزا دیتا ہے آخرت میں سزا ہونے کے ساتھ ساتھ، وہ (گناہ) قطع رحمی اور ظلم ہے۔

(ابن حبان فی صحیحہ ۲۰۰/۳۔ترمذی ۲۵۱۱)

◎ ابو اوفی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایسی قوم پر رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں قطع رحمی کرنے والا موجود ہو۔ (الادب المفرد ۳۶، نوادر ۲۳۹/۳)

صلہ رحمی سے جنت کا داخلہ آسان ہو جاتا ہے

◎ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ اے اللہ کے رسول! جب میں آپ کو دیکھتا ہوں تو میرا نفس خوش ہو جاتا ہے

اور میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں مجھے ہر چیز کی تخلیق کے بارے میں بتلائیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا: ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا گیا۔ میں نے کہا کہ مجھے ایسا عمل بتلایئے جسے کرنے سے میں جنت میں داخل ہو جاؤں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کھانا کھلاؤ، سلام کو رواج دو، رشتہ داروں سے صلہ رحمی کرو اور رات کو نماز پڑھو جب لوگ سوئے ہوں تو تم سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

(ابن حبان فی صحیحه ۲/۲۶۱-۶/۲۹۹)

قطع رحمی نزولِ عذاب کا سبب ہے

◎ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ایک قوم نے کھانے پینے اور لہو ولعب میں رات گزاری اور اس حال میں صبح کی کہ ان شکلیں بندروں اور خنزیروں سے بدل دی گئیں اور ان کو زمین میں دھنسائے جانے کا عذاب پہنچا۔ لوگوں نے صبح کی یہ کہتے ہوئے کہ رات کو فلاں دھنسا دیا گیا، فلاں کے گھر کو دھنسا دیا گیا اور ان پر آسمان سے ایسے پتھر برسائے گئے جیسے قوم لوط کے قبیلوں اور گھروں پر برسائے گئے، ان پر ایسی تیز ہوائیں چلائی گئیں جنھوں نے قوم عاد کو ہلاک کر دیا۔ ان کے قبائل اور گھروں پر تیز و تند ہوائیں چلیں۔ شراب پینے، گانے والی عورتوں، سودخوری اور قطع رحمی کی وجہ سے ان پر یہ عذاب نازل ہوئے۔

(مستدرك حاكم ٤/٥١٥)

◎ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا: صلہ رحمی ایسی نیکی ہے کہ جس کا ثواب جلد دیا جاتا ہے یہاں تک کہ جب گھر کے افراد آپس میں صلہ رحمی اختیار کرتے ہیں تو ان کے مال و اولاد میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ (نوادر الاصول ۲/۱۹۰)

◎ حضرت سلیمان بن عامر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے

عرض کی: یارسول اللہ! میرے والد صلہ رحمی کرتے تھے۔ عہد کے پابند تھے اور مہمان کا اکرام کرتے تھے، حضور ﷺ نے پوچھا کہ کیا زمانہ اسلام سے پہلے فوت ہو گئے؟ میں نے کہا جی ہاں، حضور ﷺ نے فرمایا ان کا یہ کام کرنا ان کے لیے نفع مند نہیں ہے۔ ہاں ان کی اولاد کو اس کا فائدہ پہنچے گا کہ وہ کبھی ذلیل و رسوا نہیں ہوں گے اور نہ ہی محتاج ہوں گے۔ (تفسیر طبری ۲۷۰/۳۰)

بحمداللہ ''برالوالدین'' کا پہلا سلیس اور معنی خیز ترجمہ
بتاریخ: ۱۴ رجب المرجب ۱۴۲۸ھ/۳۰ جولائی ۲۰۰۷ء
بروز پیر بوقت عشاء مکمل ہوا

بقلم الفقیر

ابو الحسان خالد محمود بن مولانا حافظ ولی محمد (مرحوم)
مدرس: جامعہ اشرفیہ نیلا گنبد لاہور
رکن: لجنة المصنفین لاہور